ماہنامہ

اہل السنۃ

Ahl Us Sunnah

اتباع الکتاب والسنۃ بفہم سلف الأمۃ

April 2019

اپریل ۲۰۱۹ء



مساجد پر دہشت گردانہ حملے

مکتب کا خون ہو گیا اور اسباق مر گئے

میاں بیوی کے درمیان جدائی

مصنف عبدالرزاق کا مفقود حصہ اور...

89

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی ● نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

IIC MUMBAI

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

اسلامک انفارمیشن سینٹر اپنی ابتداء سے ہی بدعات وخرافات سے پاک خالص دین کی اشاعت کے لیے کوشاں ہے۔قرآن وسنت ہماری دعوت کی اساس اور منہج سلف سے وابستگی ہمارا مسلک ہے۔ وہ تمام افراد اور تنظیمیں جو قرآن و سنت کی بالادستی، توحید کے غلغلہ، شرک وبدعات کے قلع قمع اور مسلک اہل حدیث کے فروغ کے لیے کام کررہی ہیں ہم ان کے ہر ممکن تعاون کے لیے تیار ہیں اور ان سے ہر ممکن تعاون کی درخواست کرتے ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ ممبئ اور مضافات میں ہورہے دعوتی کام کی تنظیم کی جائے۔ وہ افراد جو انفرادی طور پر دعوت کا کام کررہے ان کی تربیت ہو، ان کو علمی سپورٹ اور دعوتی مواد فراہم کیا جائے۔

ہم چاہتے ہیں کہ دعوت دین کو ابلاغ اور ترسیل کے جدید وسائل سے آراستہ کیا جائے۔تاکہ ہماری دعوت ان وسائل کے ذریعہ دنیا کے ایک ایک کونے تک پہنچ سکے۔

امت کا دعوتی محاذ بہت وسیع ہے۔تعلیمی، معاشی، فلاحی، سماجی،، سیاسی، اخلاقی اعتقادی، فروعی سارے دعوت کے میدان ہیں۔کوئی ایک تنظیم یا بعض افراد اکیلے ان سارے دعوتی میدانوں کا حق ادا نہیں کرسکتے۔اس لیے وہ تمام افراد اور وہ ساری تنظیمیں جو دعوت کے مختلف میدانوں میں سرگرم ہیں سب کی سب حوصلہ افزائی کی مستحق ہیں۔اور ان ساری تنظیموں کے درمیان جب تک تعامل کا راستہ ہموار نہیں ہوگا دعوت کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔

ہم اللہ کے دین کو سارے ادیان پر اور رسول کی اطاعت کو ساری اطاعتوں پر غالب کرنے کے لیے کام کررہے ہیں۔ ہم اس بات کا آپ کو پورا یقین دلاتے ہیں کہ اپنے علم اور استطاعت کی آخری حدوں تک ہم اس مشن کو خالص قرآن وسنت کی بنیادوں ہی پر آگے بڑھائیں گے۔کون سی زمیں ہمیں پناہ دے گی اور کون سا آسمان ہم پر سایہ کرے گا اگر اس مشن کا آگے بڑھانے میں ہم اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت شروع کردیں۔

فی الحال ممبئ ہماری دعوتی ترجیح ہے۔اس سے آگے بڑھ کر پورے ہندستان، اور اس سے بھی آگے بڑھ کر پوری دنیا میں اپنا دعوتی نیٹ ورک پھیلا دینے کا ہمارا ارادہ ہے۔اس مرحلہ میں یہ بات شاید بڑی لگے لیکن اللہ کے فضل سے کچھ بھی بعید نہیں۔اور ہم اس کی رحمت سے بالکل بھی مایوس نہیں۔ویسے بھی ہر بڑے سفر کی شروعات ایک چھوٹے قدم سے ہوتی ہے۔اور ہم تو پھر بھی اس سفر کی بہت سے پڑاو پار کرچکے ہیں۔اللہ کا فضل، ہمارے عزائم اور آپ کا تعاون ساتھ ہوجائیں تو ہمارے یہ خواب اپنی تعبیروں تک پہنچ سکتے ہے۔

اللہ ہمارے عزائم اور آپ کے تعاون کو اخلاص اور نصرت سے نوازے۔

Ahl Us Sunnah Volume No.7, Issue No.89, April 2019

ماہنامہ

اپریل ۲۰۱۹ء

جلد: ۷
شمارہ: ۸۹

فی شمارہ Rs. 30/-
سالانہ Rs. 300/-



سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی حافظ اکبر علی سلفی ، حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی ،ای ،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی دکتور عبید الرحمٰن مدنی

شیخ نور الحسن مدنی شیخ محمد جعفر الہندی

میگزین ممبرشپ رابطہ نمبر: 022-26500400 / 8291063765

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم





مساجد پر دہشت گردانہ حملے	شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ	05
مکتب کا خون ہو گیا اور اسباق مر گئے	از قلم: نیاز احمد عبدالحمید طیب پوری	08
میاں بیوی کے درمیان جدائی (دوسری اور آخری قسط)	کفایت اللہ سنابلی	16
مصنف عبدالرزاق کا مفقود حصہ اور اس میں موجود نور نبوی پر دلالت کرنے والی حدیث جابر کی حقیقت	دکتور فاروق عبداللہ بن محمد اشرف الحق	28
عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب ابو محمد المدنی (قسط اول)	رضا حسن	35
شھر بن حوشب جرح وتعدیل کی میزان میں (قسط اول)	رضا حسن	43

نوٹ: قارئین سے اس بات کا وعدہ کیا گیا تھا کہ آئندہ شمارے میں گزشتہ سے پیوستہ شمارے کی بحث مکمل کر لی جائے گی لیکن مدیر مجلہ کی مسلسل مصروفیات اور علمی وتحقیقی کاموں میں لگے رہنے سے یہ کام ابھی اپنی تکمیل کو نہیں پہنچ سکا، قارئین سے ادارہ اس کے لئے معذرت خواہ ہے، ان شاء اللہ جلد ہی اس بحث کو مکمل کر کے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا، آپ انتظار کریں۔ جزاکم اللہ خیرا

نائب ایڈیٹر

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

مساجد پر دھشت گردانہ حملے

شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ

مساجد پر حملہ ہو یا مساجد کے مصلیوں پر۔A ڈگری دہشت گردی ہے۔

حملہ آور مسلمان ہو یا غیر مسلم علی الاطلاق دہشت گرد ہے۔

نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں ایک آسٹریلوی دہشت گرد نے ۱۵/مارچ کو جمعہ کی نماز میں اچانک آٹومیٹک اسلٹ رائفل سے حملہ کر دیا ۵۰ مظلومین نے جام شہادت نوش کیا۔ ردعمل کیا آیا۔ بے مثال مبنی برحقیقت ردعمل۔ مسیحی اکثریتی ملک کا ہزار سالہ صلیبیت کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ، دوسو سالہ استعماریت کے منہ پر زبردست طمانچہ سو سالہ مغربی دہشت گردی کے منہ پر طمانچہ اور پچاس سالہ امریکی دہشت گردی پر ایک زوردار مثبت عملی مذمت۔

کہا جاتا ہے ریاست عوام کی ماں ہوتی ہے۔ نیوزی لینڈ نے اس کا عملی ثبوت دے دیا۔ امریکہ کی دہشت گردانہ قیادت اور سرگرمیوں کے حالیہ سالوں میں پہلی مرتبہ نیوزی لینڈ کی حکومت نے ملکی پیمانے پر ایک دہشت گرد کو دہشت گرد اور مظلوم مسلمانوں کو مظلوم تسلیم کیا پھر ساری دنیا کو تسلیم کرنا پڑا۔ ارہاب ابیض کی عالمی رسوائی اس وقت خاص کر ہوئی جب آسٹریلیا کے ارہابی سینیٹر کے دہشت گردانہ بیان سے ناراض ہو کر سولہ سالہ عیسائی لڑکے نے اس کے صحافتی بیان پر پروگرام میں پہونچ کر اس کے سر پر انڈا دے مارا۔ قابل ستائش ہے نیوزی لینڈ اور اس کی پبلک اور سب سے زیادہ قابل ستائش ہے ملک کی خاتون وزیر اعظم، منافق سیاست کے درمیان ریل پولیٹیشین۔

نیوزی لینڈ کے باشندوں کی یہی کوالٹی ہے جس کے سبب ملک کئی ڈکیڈ سے پیس اینڈ پراسپرٹی میں A گریڈ پر رہتا ہے بلکہ بارہا ٹاپ پر رہا ہے۔ ڈیوڈ مانگی کے دور میں نیوزی لینڈ کے آبی راستوں سے امریکہ تک کے نیوکلیر پاورڈ جہازوں کو گزرنے کی اجازت نہ تھی۔

اس دلدوز حادثے کے موقع پر ملک کے ہر طبقے کے لوگوں نے اس حادثے کو قولاً وعملاً ملکی وقومی سانحہ مانا اور مسلمانوں کو گلے لگالیا۔ پس منظر پیش منظر اور شواذ سے ہمیں غرض نہیں اس موقع پر ہمارے لئے یہ شاندار ردعمل ہمارے لئے بہت ہے۔ حق و باطل کی جنگ میں یہ مسلمانوں کے لیے پوری دنیا میں بہت بڑی جیت ہے۔ نیوزی لینڈ کے مسلمانوں کے لئے یہ مبنی برانصاف ردعمل اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے کہ ان کے غیر مسلم ہم وطنوں کے دل ان کے لئے نرم کر دیئے گئے۔ اگر وہاں کے مسلمان اس خیر سگالی کے تعلقات کو برقرار رکھیں گے تو ہر ناحئے سے ان کے لئے مفید ہوگا

خاص طور پر دعوت وتبلیغ کے ناحئے سے۔

گزشتہ جمعہ سے لیکر اس جمعہ تک پارلیمنٹ سے لے کر روڈ تک ایسا لگتا ہے سارا ملک اور اس کی ساری مشینری مسلمانوں کی دلجوئی، ہمدردی اور مدد میں لگی رہی۔ یوں لگتا ہے جیسے نیوزی لینڈ میں پورا ہفتہ اسلام اور مسلم ہفتہ منایا گیا۔ اس طرح کے سانحے پر ایسی قومی پیمانے کی ہمہ گیر ہمدردی کی مثال تو کسی اسلامی ملک میں نہیں ملتی۔

یہ تو اکیسویں صدی کا مسلمانوں کے لیے زبردست بریک تھرو ہے۔

نیوزی لینڈ کی خاتون وزیر اعظم نے وسعت قلبی، انسانی ہمدردی، اعلیٰ سوچ، اعلی کردار کا شاندار تاریخی ریکارڈ قائم کردیا ہے اور منافق دنیا کو محو حیرت کردیا ہے۔ ہیومن گڈ کوالٹی اینڈ کیپیسٹی دنیا کو انصاف اور امن سے بھر سکتی ہے۔

کرائسٹ چرچ مسجد سانحے میں اور مابعد سانحہ نیوزی لینڈ حکومت اور پبلک کے شاندار ردعمل، خوشنما رویے اور اخلاق نے ظلم اور نفرت بھری دنیا میں ایک لینڈ مارک چھوڑا۔ یہ ستائش سے پرے دنیا کے لئے مارگ درشک ہے۔ ملک کے باشندوں اور قوموں کی ایک اخلاقی سطح معیار اور شناخت ہوتی ہے۔ یہ چیزیں صبح شام نہیں آجاتی ہیں۔ یہ عظیم قیادت اور حوصلہ مند عوام کی اجتماعی جدوجہد سے حاصل ہوتی ہیں۔

آج اگر نیوزی لینڈ کے باشندوں کے قومی اخلاق سے برصغیر کے دین پسند طبقے کے اخلاق کا موازنہ کیا جائے تو بحیثیت مجموعی ان سے پست نکلے گا۔ یاد رہے میں ان اخلاقیات کی بات کر رہا ہوں جو نوع بشر میں بحیثیت انسان مشترک ہیں جن پر تمام انسانوں کی روزمرہ زندگی کا انحصار ہے۔

آپ اندازہ لگائیں تبلیغیوں نے آندھرا پردیش میں تین اہلحدیث مساجد ڈھادیں، ایک اہلحدیث مسجد ڈھاکہ میں گرائی۔ لیکن کیا کسی دیوبندی مولوی کو اس پر ندامت ہے۔ اگر معمولی انسانیت بھی ہوتی تو پوری اہلحدیثوں سے رو رو کر معافی مانگتی۔ کیا یہ انسانی اخلاقیات میں نیوزی لینڈ کے باشندوں سے پست نہیں ہیں۔ دورُخا پن پر حیرت ہوتی ہے میڈیا میں دیکھا دو مولوی خلیل سجاد انگلش میں نیوزی لینڈ کا شکریہ ادا کر رہے تھے اور حیدرآباد میں خانقاہ رحمانی کے فقیہ صاحب نیوزی لینڈ کے گن گا رہے تھے۔ بھئی اپنے گھر کی خبر لو۔ خود کے جرائم کا بھی مداوا ہو۔ کا ہے کو مداوا؟ اور کیسا مداوا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اہلحدیث مساجد گرا کر تبلیغی لشکر ابرہہ اور اس کے مقابل خود کو فاتح اعظم سمجھتے ہیں۔

دجلہ کے کنارے مناظرات کی محفلیں سجانے اور روزہ توڑ کر مناظرہ کرنے، ایک دوسرے کی داڑھیاں نوچنے اور فرقہ وارانہ جنگ کرنے والوں سے خیر کی توقع عبث ہے۔

آج حقوق اللہ، حقوق الرسول اور حقوق امت کی سب سے زیادہ پامالی تبلیغی جماعت سے ہو رہی ہے۔ ان کا سب

سے اہم کام ہے مسجد گرانا، مسجد پر قبضہ کرنا اور مسجد نہ بننے دینا۔ان کی نئی بلا یہ شروع ہوئی ہے کہ دو پھاڑ ہو گئے ہیں ایک دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں، اکرام مسلم کا منافقانہ سبق پڑھانے کا یہ حتمی نتیجہ ہے۔

دراصل ان تمام شرور کی جڑ حزبیت پرستانہ دین داری ہے۔حزب اور فرقہ کے حوالے سے علمی و دینی زندگی کا نتیجہ اسی طرح کا ہوسکتا ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کا سب سے بڑا روگ یہی ہے۔ساری جماعتیں اس میں ڈوبی ہیں اور برباد ہیں ۔جیو اور جینے دو کے شدت سے مطلوب فارمولے پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔اس سلسلے میں سب سے زیادہ ناکام تحریکی ہیں۔ یہ بیچارے مسلک اور فرقہ پرستی کو سمجھتے ہیں۔مسلک ایک فطری عمل ہے مگر اس میں داخل کردہ فرقہ پرستانہ جنون غلط ہے ان کے پاس اتنی عقل کہاں کہ فرق سمجھیں۔ یہ فرقہ پرستی سے شدید نفرت کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر تحریکی تعصب اور فرقہ پرستی میں ڈوبے ہیں۔ان کو یہ گمان ہے کہ فرقہ پرستی مسلک کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ بے مسلک ہیں اس لیے تعصب سے دور ہیں۔اولاً یہی جھوٹ ہے کہ یہ بے مسلک ہیں۔ **دنیا میں کوئی بامقصد انسان بے مسلک نہیں ہوسکتا ہے اور بجا و بے جا تعصب سے پاک نہیں ہوسکتا۔** تحریکی عموماً دو مسلک رکھتے ہیں۔ یہ حنفی بھی ہیں اور تحریکی بھی۔ان کا سارا تعلمی اور عملی نظام حنفی ہے پھر بھی اگر ان کا دعویٰ ہے کہ مسلک اور فرقہ پرست ہے تو یہ بھی فرقہ پرستی ہیں ورنہ ان کا دعویٰ جھوٹا ہے ۔ہوتا یہ ہے کہ یہ اپنے حنفی مسلک میں بظاہر تعصب کا مظاہرہ نہیں کرتے بڑی اچھی بات ہے لیکن تحریکی مسلک کے تعصب میں تو یہ آگ ہی آگ ہیں۔ان کے تحریکی رویوں تحریروں اور تقریروں سے ان کا غالی اور بدبودار تعصب عیاں ہے۔

یہ خوش فہمی میں مبتلا اور چالاک لوگ یہ طے کئے بیٹھے ہیں کہ فرقہ پرستی صرف مسالک میں ہوتا ہے۔ یہ ان کی بھول ہے۔تعصب اور فرقہ پرستی ایک متعین فارمولہ نہیں ہے۔

تعصب اور فرقہ پرستی قلوب واذہان کے بگاڑ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جب انسان اصول وضوابط سے ہٹ کر اپنے مفادات عمل اور شناخت کا خاص دائرہ بنالیتا ہے۔اور اس دائرے سے باہر کے لوگوں کو برا سمجھنے لگتا ہے۔ طے شدہ اسلامی حقوق کی پامالی کرنے لگتا ہے مفادات ذاتیہ حزبیہ کے حصول کے لئے جائز ناجائز کی پروانہیں کرتا۔اپنے خاص صحیح غلط افکار پر ہٹ دھرمی کرتا ہے۔یہی فرقہ پرستی ہے کیا یہ سب تحریکیوں کے اندر موجود نہیں ہیں۔

فرقہ پرستی کا زہر برصغیر کے مسلمانوں کا سب سے بڑا روگ ہے۔فرقہ پرستی کے دائرے میں جینے سے ساری دینداری جعلی بن جاتی ہے۔فرقہ پرست سخت دل اور تنگ نظر بن جاتا ہے۔فرقہ پرست کے پاس صرف مکھوٹا رہ جاتا ہے اندر سے کھوکھلا رہ جاتا ہے۔ادعا اور غرور رہ جاتا ہے۔سو سالوں سے امت مسلمہ ہند کی یہی سب سے بڑی کمائی ہے۔ساری دینی خصوصیات اور اسلامی امتیازات کو ہم گنوا بیٹھے۔

مکتب کا خون ہو گیا اور اسباق مر گئے

ازقلم: نیاز احمد عبدالحمید طیب پوری استاذ: جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں

مکتب کی بہت اہمیت ہے۔ یہیں سے تعلیم کی بنیاد پڑتی ہے اس کے دھول مٹی میں پڑھنے والے بچے آگے چل کر بڑے قائد، پروفیسر، کرنل، صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم تک بنتے ہیں۔

جس قوم نے اس کی اہمیت کو سمجھا اور اس نے اپنے مکتب کو ہر اعتبار سے مزین کیا۔ عصری تقاضوں کے مطابق نصاب وضع کر کے اسے جدید ٹیکنالوجی سے مسلح کیا، بچوں کی صالح تربیت کے لئے باصلاحیت معلمین اور معلمات کی خدمات حاصل کیں تو پھر کیا تھا کچھ دنوں کی محنت کے بعد ان مکاتب میں علم کا سیلاب آ گیا۔

اس مضمون میں ہم مکاتب کی زبوں حالی سے جو تعلیمی بحران پیدا ہوا ہے اس پر چند قطرے آنسو بہانا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کچھ مشورہ بھی دیں گے۔

عروج کے بعد زوال آتا ہے۔ جب کوئی قوم زوال کا شکار ہو جائے تو اسے اپنی عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ دنیا میں حوصلہ رکھنے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں اور تاریخ کا دھارا موڑتے ہیں۔

ہندوستان میں جہاں مکاتب عقیدہ وعمل کی ترویج واشاعت کے اہم ذرائع ہیں وہیں دین کی حفاظت کے لیے مضبوط قلعہ بھی ہیں۔ جب تک مکاتب کی نگرانی قابل ناظم اور بہترین معلم تعلیم کا کام کرتے تھے تب تک یہ سونا اگلتے تھے اور نہایت قابل بچے پیدا ہوا کرتے تھے۔ لیکن (اکیسویں صدی ۲۰۱۸ء) میں حالات بدل گئے ہیں۔ مکاتب بانجھ اور بے ثمر ہو گئے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

دیہاتوں اور گاؤں سے جب بچے بڑے اداروں میں پڑھنے آتے ہیں تو ان کے امتحان سے ان کے مدارس کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی عام اور خاص ہر صلاحیت کمزور ہوتی ہے۔ اچھے سے قرآن نہیں پڑھ پاتے، تحریر بہت خراب ہوتی ہے۔ اردو، ہندی اور انگریزی کا پڑھنا قابل ستائش نہیں ہوتا۔ مکاتب کی بدنصیبی اس وقت بڑھ جاتی ہے جب اس کا ناظم اور ذمہ دار کوئی ناخواندہ اور جاہل سیٹھ ہوتا ہے جو نہ تو خود تعلیم کے نشیب وفراز سے واقف ہوتا ہے اور نہ ہی

دوسروں کو کام کرنے دیتا ہے۔

مکاتب میں مختلف اسباب کی بنا پر تعلیم میں گہن لگا ہے اور خراب مال جامعات اور معاہد میں آنے لگے ہیں ان سے مکاتب کی حقیقی تصویر سامنے آسکتی ہے اگر ناظم حساس، باشعور اور زندہ ہو تو اس میں تبدیلی پیدا کرسکتا ہے، ہم پہلے مکاتب کی خامیوں کا جائزہ لیں گے اس کے بعد مکاتب میں تعلیم کا سبز انقلاب کیسے لائیں اس بابت بات کریں گے:

۱) بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں مکاتب نہیں ہیں۔ بچے/بچیاں انگریزی، ہندی میڈیم وغیرہ اسکول میں پڑھتے ہیں۔ عام طور سے والدین ان کی دینی تعلیم وتربیت کی بابت دھیان نہیں دیتے اور گھر پر اس کا انتظام نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے حسب توفیق انگریزی لائن میں پڑھ کر کمال پیدا کر لیتے ہیں لیکن دین سے کورے اور بہرے ہوتے ہیں۔

۲) بہت سے مقامات پر مکاتب سیاست کا نشانہ بنتے رہتے ہیں۔ گاؤں میں اکثر دو پارٹی ہوتی ہے اس کی زد پر مسجد اور مدرسے بھی ہوتے ہیں۔ مدرسے بسا اوقات بند بھی ہو جاتے ہیں، اس کی وجہ سے بچے اختلاف کے چکی کے دو پاٹوں میں پستے ہیں اور ان معصوموں کا خون ہو جاتا ہے، ان کی تعلیم وتربیت برباد ہو جاتی ہے۔ اس طرح کے اختلافات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

۳) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گاؤں یا محلّہ والے مل کر مکتب چلا سکتے ہیں لیکن چلاتے نہیں ہیں۔ مسجد میں گھنٹہ دو گھنٹہ کا مدرسہ بھی نہیں چلاتے تاکہ بچوں کو قرآن اور دینیات بڑھایا جاسکے۔

۴) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گاؤں والوں کے پاس مکتب ہوتا ہے لیکن بچوں کی تعداد کے مطابق معلم نہیں ہوتے مکتب بچوں سے کھچا کھچ بھرا رہتا ہے پر ان کو پڑھانے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو برابر سبق نہیں مل پاتا ہے اور نہ ہی آموختہ وغیرہ سنا جاتا ہے۔ اس سے بچے کمزور ہو جاتے ہیں بھلے ہی ان کا درجہ بڑھا دیا جائے لیکن کچی صلاحیت کے بچوں کی ترقی بہت نقصان دہ ہے۔

۵) بعض مقامات پر مساجد میں مکاتب چلتے ہیں لیکن اس کا کوئی مناسب نصاب نہیں ہوتا اور درجات کی تقسیم بھی نہیں ہوتی۔

۶) ایسا بھی ہوتا ہے کہ معلمین معلمات بہت کمزور ہوتے ہیں ان کی تعلیمی صلاحیت کو فروغ دینے اور ان کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا جاتا۔

۷) ایسے مکاتب بھی ہیں جہاں صرف مولوی پڑھاتے ہیں اس میں ماسٹر نہیں ہوتے۔ جبکہ ان کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔

۸) بچوں کی تحریر بہت خراب ہوتی ہے اس جانب توجہ نہیں کی جاتی یا بہت کم کی جاتی ہے۔

۹) قرآن کی تعلیم میں تیاری نہیں ہوتی۔ مقررات بہت زیادہ طے کر دیے جاتے ہیں۔ معیار کو برقرار رکھتے ہوئے معلم ان کو نہیں پڑھا پاتا۔ ہجاء سے نہیں پڑھاتے، جلدی جلدی پڑھاتے ہیں اس کی وجہ سے پختگی نہیں آتی اور بچہ کمزور رہ جاتا ہے۔

۱۰) بعض مکاتب میں عربی اردو، ہندی، انگریزی کی عبارت خوانی میں بہت زیادہ کمزوری پائی جاتی ہے۔

۱۱) کچھ مکاتب ایسے پائے گئے ہیں کہ ان میں بیک وقت تین چار زبان پڑھائی جاتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی میں بھی پختگی نہیں آتی۔

۱۲) کچھ مکاتب حساب اور سائنس اردو میں پڑھاتے ہیں جبکہ اسٹیٹ کی زبان دوسری ہوتی ہے یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

۱۳) کچھ معلمین اور معلمات اتنی لاپرواہ ہوتی ہیں کہ بچوں کو اکثر خود سے نہیں پڑھاتے بلکہ کہہ دیتے ہیں کہ یہاں سے یہاں تک پڑھ کے آؤ، یہاں سے یہاں تک یاد کرلو۔ نہ سبق پڑھاتے ہیں اور نہ سابقہ درس سنتے ہیں۔

۱۴) مکتب میں نصاب اتنا زیادہ مقرر کر دیا جاتا ہے کہ مطلوبہ کیفیت اور معیار کو برقرار رکھتے ہوئے پڑھانا ممکن نہیں ہوتا۔ بسا اوقات معلم ربڑ کی طرح بڑھا دیتا ہے اور دوڑا کے کورس پورا کر دیتا ہے۔ ناظم تعلیمات دیکھتا ہے کہ کورس مکمل ہے اور وہ اسی پر خوش ہو جاتا ہے۔

۱۵) مکتب کے مختلف مراحل میں جو صلاحیت مطلوب ہے اس سے زیادہ اونچا کورس بنا دیتے ہیں یا ایسا فن ڈال دیتے ہیں جس کی اس مرحلہ میں قطعاً ضرورت نہیں ہوتی۔

۱۶) پڑھانے والے تدریسی ایام میں غفلت کا شکار رہتے ہیں اور جب امتحان کا وقت آتا ہے تو جلدی جلدی پڑھاتے ہیں اور کسی طرح کورس پورا کرتے ہیں یا کچھ ایسے ہوتے ہیں جو وقت سے بہت پہلے کورس ختم کر دیتے ہیں۔

۱۷) درجہ چہارم اور پنجم میں بسا اوقات بچیاں بڑی ہو جاتی ہیں اور ان کا پردہ کرنا لازم ہوتا ہے۔ ایسی طالبات کے لئے علیحدہ تعلیم کا بندوبست ہونا چاہیے اور بصورت امکان معلّمہ انہیں پڑھائے یا معلم پردے کی آڑ سے پڑھائے

پر ایسا نہیں ہوتا ہے اس طرف لوگ دھیان ہی نہیں دیتے اور ناخوشگوار واقعات بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

۱۸) معلمین بلیک بورڈ کا استعمال بہت کم کرتے ہیں، کچھ لوگ بالکل نہیں کرتے، بیٹھے بیٹھے سب کچھ پڑھا دیتے ہیں۔

۱۹) مالدار اور اچھے بچوں کی طرف زیادہ دھیان دیتے ہیں اور کمزور بچوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

۲۰) بچوں سے جسمانی خدمت لیتے ہیں جیسے سر میں تیل ڈالنا، بدن میں تیل لگوانا، اسی طرح کپڑے دھلوانا۔

۲۱) ذمہ داروں کی نااہلی اور معلمین کی کمزوری اور ان کی کام چوری تعلیم پر منفی اثر ڈالتی ہے۔

۲۲) والدین اور مدرسہ کے درمیان تال میل نہیں ہوتا، بچوں کو گھروں میں پڑھایا نہیں جاتا الا ماشاء اللہ بہت سے والدین تعلیم کی بجائے کام کروانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

مکاتب میں تعلیمی انقلاب اور بہتری کیلئے مشورے:

پچھلے صفحات میں مکاتب کی جن خامیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ اتنی ہی نہیں ہیں بلکہ مثال کے طور پر ان کو بیان کیا گیا ہے، تاکہ مکتب والے اپنے اپنے مکتب کا جائزہ لیتے رہیں اور بہتری کے لیے مطلوبہ وسائل فراہم کریں اور جہاں محاسبہ کی ضرورت ہے وہاں مناسب انداز میں محاسبہ کریں۔

ذیل میں تعلیمی بہتری کے لیے کچھ مشورے دیئے جارہے ہیں اگر ان پر عمل کریں تو کافی حد تک مکاتب میں سبز انقلاب آسکتا ہے:

۱) تربیت اور تعلیم کا سارا کام اساتذہ کے ذریعہ انجام پاتا ہے اس لیے معلم، معلّمہ اور ماسٹر باصلاحیت ہوں۔ معلم صحیح عقیدہ اور فکر کا حامل ہو بصورت دیگر اس کے فاسد افکار کے وائرس منتشر ہوتے رہیں گے اور بھولے بھالے ناظم اس کو سمجھ نہ پائیں گے۔

۲) بچوں کی تعلیمی ترقی میں نصاب تعلیم کا بھی اہم کردار ہوتا ہے۔ اگرچہ یہی کامیابی کی ضامن نہیں۔ خراب نصاب کو بھی پڑھا کر بچوں کو بڑا بنایا جاسکتا ہے۔ کامیابی کا دارومدار قابل استاذ پر ہے۔

۳) اسٹیٹ کا عصری نصاب لازمی طور پر پڑھائیں اور مناسب مقدار میں اس میں دینی علوم داخل کردیں۔

۴) سائنس اور حساب صوبہ کی زبان میں پڑھائیں یا پھر انگریزی میں۔ اردو میں پڑھانے سے بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بچے اردو میں حساب اور سائنس پڑھ رہے ہیں حالانکہ یہ سوچ غلط ہے۔ ہائی اسکول تک اردو میں پڑھ کر جب بچے پلس ٹو میں قدم رکھتے ہیں تو انکو کلاس میں دن میں تارے نظر آنے لگتے

ہیں اور انگریزی میں سارے مضامین ہونے کی وجہ سے طلباء کو بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔اس کے اصطلاحات وغیرہ سمجھتے سمجھتے آدھا وقت نکل جاتا ہے۔سالانہ نتیجہ کافی کم آتا ہے۔جو بچہ نوے فیصد سے ہائی اسکول پاس کیا تھا وہ ۱۲رویں میں ۶۰،۶۵ فیصد پر آجاتا ہے۔اس طرح اس کے خوابوں کے تاج محل چکنا چور ہوجاتے ہیں اور کوئی اچھا کورس مل پانا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے۔لیکن اب سیمی انگریزی کا چلن ہوگیا ہے۔اگرچہ نصاب بن کر نہیں آیا ہے پھر بھی یہ مفید ہے۔

۵) مکتب میں تحریر اور کتابت لازمی ہوتی ہے اور ضروری ہوتا ہے کہ بچے اچھے سے لکھیں پر اس طرف سے اب دھیان ہٹا ہے۔اس کی وجہ سے تحریر بہت زیادہ خراب ہوتی ہے۔اردو، ہندی، انگریزی نقل اور املا کی زبردست مشق کروائیں۔

۶) دینیات کی تعلیم بہت ٹھوس دیں، عقائد کو اچھے سے نکھاریں جو عبادتیں عملی طور پر کرسکتے ہیں ان کو ہر جمعرات کو کروا کر بتائیں۔پر جمعرات لازم نہیں ہے۔

۷) میرا تو یہ بھی کہنا ہے کہ مکتب سے لیکر فضیلت ثانی تک پروجیکٹر کا استعمال کیا جائے، یا کمپیوٹر کے ذریعہ بہت سی چیزیں دکھائی جائیں، جن اسباق کو بچے رٹتے ہیں ان کو دیکھ لینے کے بعد ان کا سمجھنا اور پھر یاد کرنا آسان ہوجائے گا۔مشاعر حج کو دکھلا دیں، مکہ اور مدینہ کے تاریخی مقامات کو دکھا دیں اسی طرح بحریات اور جبلیات کی بہت سی چیزیں دکھلائی جاسکتی ہیں۔اس سے بچے خوش بھی رہیں گے اور ان کی تعلیمی ترقی بھی ہوگی۔

۸) قرآن کی تعلیم عام طور سے اطمینان بخش نہیں ہوتی ہے اس کا واحد سبب سبق کا زیادہ پڑھانا اور ہجے پر ترکیز نہ کرنا ہے۔اسی طرح معلم بھی کمزور ہوتا ہے۔ہجے پر خاص توجہ دیں، سبق بہت تھوڑا تھوڑا پڑھائیں، خوب مشق کروائیں، جب ایک یا دو آیت پکی ہوجائے تب آگے بڑھیں، سال بھر یہی سلسلہ جاری رہے صفحہ آیات اور سورتوں کی تعداد نہ دیکھیں، کیفیت دیکھیں یہی مطلوب ہے۔اگر بچپن میں صرف آدھا یا ایک پارہ اچھے سے پڑھا دیں تو پورا قرآن اچھے سے پڑھنا آجائے گا۔

نصاب تعلیم کے واضعین قرآن کا لمبا لمبا کورس متعین کردیتے ہیں، لیکن ان کو کیا خبر کہ بچوں اور بچیوں پر کیا گزرتی ہے اور تعلیم قرآن کس رفتار سے آگے بڑھتی ہے؟

قرآن کے تعلیم میں مخارج وغیرہ کا اہتمام کریں لیکن کوئی تجویدی قاعدہ نہ بتائیں صرف سلیقہ اور مشاقی سے ساری باتیں سکھلائیں۔

۹) مضمون کے اعتبار سے بلیک بورڈ کا استعمال کریں، باری باری ہر بچے کو بلیک بورڈ کے پاس بلائیں اور اس سے سوال کریں۔ اس سے طالب علم کا دل مضبوط ہو جائے گا اور جو سوال حل کرے گا یا لکھے گا وہ بھی سمجھ جائے گا۔

۱۰) سال کے شروع میں ایک دن ریفریشر کورس کریں اور اساتذہ کی صلاحیتوں کو ابھاریں، ان کو کوئی ماہر تعلیم پڑھنے کے طور طریقوں کو اچھے سے بتائے اگر وہاں پر کوئی ایسا ماہر نہ ہو تو افضل حسین صاحب کی کتاب فن تعلیم و تربیت اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن المدنی صاحب کی کتاب آداب تعلیم وتربیت سے مطلوبہ مباحث نکال لیں اور اساتذہ کے سامنے رکھیں۔ اس سے ان کو فائدہ ہوگا۔

۱۱) اساتذہ کو لازمی طور پر بچوں کی نفسیات کا چارٹ دے دیا جائے تاکہ وہ اس کو بار بار پڑھیں اور اسی کے مطابق طلباء کے ساتھ معاملہ کریں۔ ایشیا کے ماہرین تعلیم نے عام طور پر نشو ونما کو چار مرحلوں میں تقسیم کیا ہے۔ 0 سے 5 سال تک، 6 سے 9 سال تک، 9 سے 13 سال تک، 13 سے 18 سال تک۔ یورپ والے بھی چار مرحلوں میں اسے تقسیم کرتے ہیں۔ پر ان کے یہاں ہر مرحلہ 6 سال کا ہے اور 24 سال پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

اساتذہ کو جس سال کے بچے پڑھانے کے لیے ملتے ہیں اس عمر کی نفسیات کا جاننا بہت ضروری ہے۔ اس سے تعلیم کا کام زیادہ بہتر انداز میں ہوگا اور کبھی کبھی مارنے پیٹنے والے مشکلات جو پیدا ہوتی ہیں وہ نہیں ہوگی یا کم ہو جائیں گی۔

۱۲) سال میں کم سے کم دو بار تعلیم کا آبزرویشن کروائیں۔ یہ جائزہ غیر جانبدارانہ ہو۔ جائزہ لینے والا ایمانداری کے ساتھ ساری کمیوں اور کوتاہیوں کو تفصیل سے بتا دے مدرسہ کا ذمہ دار اسے شرح صدر کے ساتھ قبول کرے اور خامیوں کو دور کرنے کا منصوبہ وضع کرے۔

اساتذہ کی حوصلہ شکنی نہ کریں بلکہ ان کو حوصلہ دیں اور جہاں جہاں خامیاں پائی گئی ہیں ان کی اصلاح کروائیں۔

اگر اساتذہ کی سخت گرفت کریں گے تو مطلوبہ نتیجہ نہیں آئے گا۔ نرمی اور پیار سے ان کا محاسبہ کریں۔

۱۳) تعلیم وتربیت کے بابت جتنے وسائل مطلوبہ ہیں وہ سب فراہم کیے جائیں کلاس میں دسٹر اور چاک رکھا رہے۔ اگر نقشہ کی ضرورت ہے تو وہ بھی رکھا رہے۔ یا استاد اپنے ساتھ لے کر جائے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معلم کچھ لکھنا چاہتا ہے تو چاک نہیں ہوتا۔ لڑکے بھاگم بھاگ دوسرے تیسرے کلاس سے چاک لاتے ہیں اس سے چند منٹ کا نقصان ہو جاتا ہے اور دوسرا کلاس بھی تھوڑی دیر کے لئے متاثر ہو جاتا ہے۔

۱۴) ہمارے پاس ایسا مکتب ہونا چاہئے جس کو ہم فخریہ کہہ سکیں کہ یہ صوبہ یا ہندوستان کا سب سے بہترین مکتب

ہے۔سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس حیرت انگیز ترقی کے دور میں مکتب ہی سے کمپیوٹر کا جاننا ضروری ہے۔

۱۵)تعلیم کے ہر مرحلے میں ایک مشرف تعلیم ہونا ضروری ہے۔ یہ تعلیم کو ہمیشہ چیک کرے، ماہانہ میٹنگ کرے، کبھی اساتذہ کے ساتھ اور کبھی ذمہ داروں کے ساتھ۔خاص طور سے ذمہ داروں کو پوری تفصیل دے کہ بچوں کی حالت کیا ہے اور کس طرح ترقی کر رہے ہیں؟

۱۶) پرنسپل اپنے حساب سے تعلیم چیک کرے۔کبھی کبھار کلاس میں جا کر بیٹھے۔کبھی بچوں کو بلا کر تعلیم کے بابت پوچھے۔اگر بچے منفی رپورٹ دیتے ہیں اور بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہیں تو استاد کے خلاف فوراً کوئی کارروائی نہ کرے۔کمزوری کی تحقیق کرے اس کے بعد مطلوبہ استاد کو لے کر بیٹھے۔اس کو اچھے سے سمجھائے اور حوصلہ دے کہ آپ مزید محنت سے پڑھائیں، آپ بہت اچھے ہیں ان شاءاللہ ساری کمیاں دور ہو جائیں گی۔

۱۷) چھڑی کا استعمال نہ کیا جائے۔تعلیم نہایت شاندار، خوشگوار اور پیار بھرے ماحول میں ہو۔استاد اپنی قابلیت، صلاحیت، اخلاق اور شرافت کے رعب سے بچوں کو کنٹرول کرے۔پھر بھی حسب ضرورت ہلکے پھلکے انداز میں شدید ضرورت کے پیش نظر ضرب لگائی جاسکتی ہے۔سر پر نہ ماریں۔دونوں رخسار پر نہ ماریں، سر کے پچھلے حصے میں دماغ ہوتا ہے اس پر نہ ماریں، بائیں کان کے اوپر الفاظ کا ذخیرہ ہوتا ہے یہاں نہ ماریں، ہاتھ یا پیر پر ہلکا پھلکا ضرب لگائیں۔

مکاتب کے بعض معلمین کئی بار بڑے سخت گیر ہوتے ہیں اور بہت زیادہ بچوں کو مارتے ہیں، یہ مناسب نہیں۔ منظمہ اور پرنسپل کو ایسے اساتذہ کو دو چار بار سمجھانا چاہئے اگر باز نہ آئیں تو عزت کے ساتھ ان کا اخراج کر دیں۔

۱۸) بچے اور بچیاں اساتذہ کے یہاں امانت ہوتی ہیں ان کی ہر طرح کی حفاظت ضروری ہے۔ایک استاد بچوں کے لئے مربی ہوتا ہے اور والدین کا بھی کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔اکثر اساتذہ اس نکتہ کو سمجھتے نہیں، بچے بنیں یا بگڑیں ان کی تنخواہ بنتی رہے اور بس۔

۱۹) اساتذہ کو معنوی اور مادی اعتبار سے خوش رکھیں ان کو عزت دیں، اس سے تعلیم کا کام زیادہ ہوگا۔

۲۰) بچوں کو تعلیمی اوقات میں کھیلنے کا بھی موقع دینا چاہیے، بچے بھلے ہی گھر پر کھیلتے ہیں لیکن مدرسے میں ان کو کم از کم 20 سے 30 منٹ تک کھیلنے کا موقع فراہم کریں۔

۲۱) بچوں کے لئے اپنے مدرسہ میں مسابقت کے لئے موقع فراہم کریں اور دوسرے مدارس میں شرکت کا موقع دیں اس سے تعلیمی ترقی ہوگی اور بچوں کا دل بڑا ہوگا۔

۲۲) امتحان کی بابت یہ مشورہ ہے کہ سالانہ امتحان کے لیے باہر سے اساتذہ بلوائیں اور وہی امتحان لیں۔اس سے بچوں کی حقیقی تصویر کھل کر سامنے آجائے گی۔

۲۳) تدریس میں وقت کی قلت منفی اثر ڈالتی ہے اگر یہ دقت کبھی کبھی پیش آتی ہے تو مؤثر نہ ہوگی لیکن اگر اکثر یا ہمیشہ یہ پریشانی لاحق ہوتی ہے تو شعبہ تعلیمات کو اسے دور کرنا ہوگا۔

۲۴) کبھی کبھی بچے احساس کمتری کے شکار ہوتے ہیں۔اساتذہ کو انہیں سمجھنا ہوگا اور ان کی حوصلہ افزائی کر کے انہیں اوپر اٹھانا ہوگا اور آگے بڑھنے کے لئے راستہ ہموار کرنا ہوگا۔

ہوشیار اور کامیاب معلم سارے بچوں پر نظر رکھتا ہے اور انہیں حوصلہ دیتا ہے۔ ہمت افزائی کے الفاظ بازار سے خرید کر نہیں آتے پر جس کیلئے معلم بول دے وہ اس کو بہت بڑا بنا سکتے ہیں۔

۲۵) ارباب مدارس کو سر جوڑ کر سوچنا ہوگا کہ بستہ کا موجودہ بوجھ کیا طلبہ کی ضرورت کے مطابق ہے یا یہ بوجھ زیادہ ہے۔

عام طور سے طلبا اور اساتذہ دونوں یہ شکایت کرتے ہیں کہ کتابوں کا بوجھ زیادہ ہے اس بابت اعتدال، توازن اور بیچ کا راستہ اپنانا ہوگا۔لیکن بستہ سے ہٹ کر کے ڈیجیٹل نظام پر بھروسہ کرلیں اس میں خلل نظر آتا ہے۔

۲۶) لغت اور لینگویج کی تعلیم میں کورس کم رکھیں اور مشاقی زیادہ کروائیں۔اگر کوئی معلم ٹھیک ڈھنگ سے عربی یا انگریزی پڑھادے اور ان کی مشاقی کروائے تو طلباء کو وہ زبان آجائے گی اور ٹوٹے پھوٹے انداز میں بولنے لگیں گے اور دوسرے سال تیز ہوجائیں گے اور چل نکلیں گے۔

نیچے سے لے کر اوپر تک زبان وادب کی تدریس میں میری سمجھ سے اصلاح کی ضرورت ہے۔اس میں ۴۰ فیصد مقررات رکھیں اور ۶۰ فیصد مشاقی کو جگہ دیں۔صرف ۲ سال تک اس منہج پر پڑھائی سارے بچے ان شاء اللہ فراٹے سے عربی بولنا شروع کردیں گے۔

مکتب کی اہمیت کو سمجھنے اور پورے ہندوستان میں انقلاب لانے کی کوشش کریں۔۔۔۔

اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔آمین

☆☆☆

☆

میاں بیوی کے درمیان جدائی

(دوسری اور آخری قسط)

کفایت اللہ سنابلی

مالی مسائل

(۱) مالی مسائل میں آج کل ایک اہم مسئلہ جہیز کا بھی ہے جس شوہر کے والدین لالچی ہوں اس کی بیوی اگر جہیز لے کر نہ آئی تو اس کی زندگی تباہ ہوجاتی ہے اور بالآخر معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے۔لڑکی والوں کو چاہئے کہ ایسے لالچی اور کام چور لوگوں کے گھر رشتہ ہی نہ کریں، تاکہ یہ نوبت ہی نہ آئے۔

(۲) دوسری طرف جو عورتیں زیادہ جہیز لاتی ہیں یا میکے سے اخراجات وصول کرتی ہیں وہ شوہر پر حکمرانی شروع کردیتی ہیں اور ہر معاملے میں اپنا ہی حکم چلاتی ہیں یہ معاملہ بھی طلاق کا سبب بن جاتا ہے۔عورت کے والدین کو اس معاملے میں حساس ہونا چاہئے انہیں چاہئے کہ اپنی بیٹی کو نوازنے کے ساتھ اسے نصیحت بھی کرتے کہ وہ شوہر کے حقوق کو فراموش نہ کرے اور ایک فرمانبردار بیوی بن کر ہی رہے۔اور اس حدیث پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرے:

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳) نے کہا:أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ:حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ:الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ"

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا:''عورتوں میں اچھی عورت کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا:وہ عورت جو اپنے شوہر کو جب وہ اسے دیکھے خوش کردے، جب وہ کسی کام کا اسے حکم دے تو (خوش اسلوبی سے) اسے بجالائے، اپنی ذات اور اپنے مال کے سلسلے میں شوہر کی مخالفت نہ کرے کہ اسے برا لگے''[سنن النسائی:۔ (۶/ ۶۸)، كتاب النكاح:أي النساء خير،رقم: ۳۲۳۱،وإسناده حسن]

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۳) نے کہا:حَدَّثَنَا أَبُو يُوسُفَ الرَّقِّيُّ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الصَّيْدَلَانِيُّ قَالَ:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِي خُطْبَةٍ خَطَبَهَا:"لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ فِي مَالِهَا، إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا، إِذَا هُوَ مَلَكَ عِصْمَتَهَا"

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: ''کسی عورت کا اپنے مال میں بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے تصرف کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ وہ اس کی عصمت (ناموس) کا مالک ہے'' [سنن ابن ماجه:۔ ۷۹۸/۲، رقم:۲۳۸۸، والحديث صحيح بالشواهد]

اس حدیث میں مال سے متعلق جو بات ہے اس بارے میں بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ استحبابی حکم ہے، جبکہ بعض اہل علم کہتے کہیں اس کا تعلق صدقات وعطیات کے علاوہ عام معاملات میں خرچ کرنے سے ہے۔

اور بعض اہل علم ہر معاملے میں اس حدیث کو عام مانتے ہیں اور جن احادیث میں یہ ذکر ملتا ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں بعض عورتوں نے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اللہ کی راہ میں اپنا ذاتی مال خرچ کیا ہے، اس سے متعلق ان اہل علم کا خیال ہے کہ یہاں پر اللہ کے نبی ﷺ کا حکم یا تقریری اجازت موجود ہے، لہٰذا یہاں شوہر سے اجازت کی ضرورت نہ تھی۔

مثلاً عید کے موقع پر اللہ کے نبی ﷺ نے جب خواتین کو صدقہ پر ابھارا تو عین اسی مقام پر خواتین نے اپنے شوہروں سے اجازت لئے بغیر اپنے زیورات وغیرہ صدقہ کئے۔

تو چونکہ یہاں پر اللہ کے نبی ﷺ کا حکم موجود تھا اس لئے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بغیر ولی کی اجازت کے کسی خاتون کی شادی نہیں ہوسکتی، لیکن آپ ﷺ نے بعض خواتین کی شادی ان کی اولیاء کی اجازت کے بغیر کرادی۔

یہاں پر بھی چونکہ اللہ کے نبی ﷺ خود ولی بن گئے اس لئے رشتہ دار ولی کی اجازت کی ضرورت نہ رہی۔

الغرض یہ کہ خواتین کو اپنے مال میں بھی کچھ خرچ کرنے سے پہلے اپنے شوہر کی اجازت لے لینی چاہئے۔

(۳) جو عورتیں خود کماتی ہیں یا میکے سے کثیر رقم پاتی ہیں وہ نہ صرف یہ کہ بہت خودسر ہوجاتی ہیں بلکہ شوہر کو حقیر سمجھنے لگتی ہیں بلکہ بہت سی ایسی عورتیں تو صرف اپنے اور بال بچوں کے اخراجات کے لئے شوہر کی نکاح میں رہتی ہے اور عیاشی اور موج ومستی کے لئے افیر چلاتی ہیں بلکہ بدکاری سے بھی نہیں چوکتیں، ظاہر ہے کہ ایسی غدار عورت کوئی بھی شوہر رکھنا پسند نہیں کرے گا۔ اس طرح کی سوچ رکھنے والی عورتوں کو صحیح بخاری کی یہ حدیث بار بار پڑھنی چاہئے:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶) نے کہا: حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: ''تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ، وَمَا لَهُ فِي الأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلاَ مَمْلُوكٍ، وَلاَ شَيْءٍ غَيْرَ نَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسِهِ، فَكُنْتُ أَعْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْتَقِي

الـمَـاءَ، وَأَخْـرِزُ غَـرْبَـهُ وَأَعْـجِنُ، وَلَمْ أَكُنْ أُحْسِنُ أَخْبِزُ، وَكَانَ يَخْبِزُ جَارَاتٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ، وَكُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِي، وَهِيَ مِنِّي عَلٰى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ، فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوَى عَلٰى رَأْسِي، فَلَقِيتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَدَعَانِي ثُمَّ قَالَ: إِخْ إِخْ لِيَحْمِلَنِي خَلْفَهُ، فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسِيرَ مَعَ الرِّجَالِ، وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهُ وَكَانَ أَغْيَرَ النَّاسِ، فَعَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي قَدِ اسْتَحْيَيْتُ فَمَضَى، فَجِئْتُ الزُّبَيْرَ فَقُلْتُ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلٰى رَأْسِي النَّوَى، وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَأَنَاخَ لِأَرْكَبَ، فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ وَعَرَفْتُ غَيْرَتَكَ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَحَمْلُكِ النَّوَى كَانَ أَشَدَّ عَلَيَّ مِنْ رُكُوبِكِ مَعَهُ، قَالَتْ: حَتّٰى أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذَالِكَ بِخَادِمٍ تَكْفِينِي سِيَاسَةَ الفَرَسِ، فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَنِي"

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان فرماتی ہیں کہ: ''زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس ایک اونٹ اور ان کے گھوڑے کے سوا روئے زمین پر کوئی مال، کوئی غلام، کوئی چیز نہیں تھی۔ میں ہی ان کا گھوڑا چراتی، پانی پلاتی، ان کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی۔ میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی۔ انصار کی کچھ لڑکیاں میری روٹی پکا جاتی تھیں۔ یہ بڑی سچی اور باوفا عورتیں تھیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دی تھی، اس سے میں اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں گھر لایا کرتی تھی۔ یہ زمین میرے گھر سے دو میل دور تھی۔ ایک روز میں آ رہی تھی اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں کہ راستے میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگئی۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ قبیلۂ انصار کے کئی آدمی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا پھر (اپنے اونٹ کو بٹھانے کے لیے) کہا اخ اخ۔ نبی کریم ﷺ چاہتے تھے کہ مجھے اپنی سواری پر اپنے پیچھے سوار کر لیں لیکن مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم آئی اور زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا بھی خیال آیا۔ زبیر رضی اللہ عنہ بڑے ہی باغیرت تھے۔ نبی کریم ﷺ بھی سمجھ گئے کہ میں شرم محسوس کر رہی ہوں۔ اس لیے آپ آگے بڑھ گئے۔ پھر میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے واقعہ کا ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہوگئی تھی۔ میرے سر پر گٹھلیاں تھیں اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کے چند صحابہ بھی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا اونٹ مجھے بٹھانے کے لیے بٹھایا لیکن مجھے اس سے شرم آئی اور آپ کی غیرت کا بھی خیال آیا۔ اس پر زبیر نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھ کو تو اس سے بڑا رنج ہوا کہ تو گٹھلیاں لانے کے لیے نکلے اگر تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ سوار ہو جاتی تو اتنی غیرت کی بات نہ تھی (کیونکہ اسماء رضی اللہ عنہا آپ کی سالی اور بھاوج دونوں ہوتی تھیں) اس کے بعد میرے

والد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک غلام میرے پاس بھیج دیا وہ گھوڑے کا سب کام کرنے لگا اور میں بے فکر ہوگئی گویا والد ماجد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (غلام بھیج کر) مجھ کو آزاد کر دیا'' [صحیح البخاری:۔ ۳۵/۷، رقم: ۵۲۲٤]

ملاحظہ فرمائیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے گھر کتنی ناز و نعمت سے پلی تھیں کہ انہیں روٹیاں بنانا تک نہیں آتا تھا، لیکن اپنے شوہر کے پاس آنے کے بعد انہیں روٹیاں اور کھانا بنانا پڑا اور اس کے لئے انہوں نے اپنے شوہر سے کوئی شکوہ بھی نہ کیا بلکہ خود پڑوس کی لڑکیوں سے روٹی بنانا سیکھ کر اپنے شوہر کے لئے یہ کام کرنے لگیں اور صرف گھر کا کام نہیں بلکہ باہر کا کام بھی انہیں کرنا پڑا، گویا کہ ان کی حالت ایک غلام عورت یعنی لونڈی جیسی ہوگئی تھی جیسا کہ روایت کے اخیر میں انہوں نے خود اپنی اس حالت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

لیکن ان سب کے باوجود اپنے شوہر کے ساتھ ان کی وفاداری کا حال دیکھئے کہ ایک عام انسان نہیں بلکہ امام الانبیاء ﷺ کے ساتھ بھی سواری سے انہوں نے انکار کر دیا کہ کہیں اس سے ان کے شوہر کی غیرت کو ٹھیس نہ پہنچے، اللہ اکبر۔

اور آج کی عورتوں کا کیا حال ہے ان کے شوہر نے نان ونفقہ میں کچھ کمی کر دی اور انہیں اپنے میکے سے کچھ مل گیا یا خود سے کچھ کما لیا تو انہیں شوہر کی غیرت وحمیت کا کچھ خیال نہیں رہتا اور وہ نہ صرف اپنے مال میں من مانی تصرف کرتی ہیں بلکہ اپنے جسم کو بھی بانٹنا شروع کر دیتی ہیں۔ واللہ المستعان!

یاد رہے کہ سب سے بڑی دولت ایمان کی دولت ہوتی ہے، اگر شوہر صاحب ایمان اور دیندار ہے تو گرچہ اس کے پاس دولت نہ ہو وہ بہت بڑی نعمت ہے، اس کے برعکس اگر شوہر کے پاس ایمان نہ ہو تو وہ خواہ دنیا کی ساری دولت بیوی کی قدموں میں ڈال دے سب بے کار ہے۔

فرعون کی بیوی کی مثال دیکھیں، ان کا شوہر اس وقت دنیا کا سب سے امیر ترین شوہر بلکہ سپر پاور بادشاہ تھا، اب بیوی کے لئے جس شاندار محل اور حویلی کا بندوبست اس کے یہاں تھا اس کی کوئی مثال نہ تھی، لیکن چونکہ وہ صاحب ایمان نہ تھا اس لئے اس کی بیوی آسیہ کو نہ یہ شوہر راس آیا نہ اس کی حولی پسند آئی، بلکہ ان دونوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے آسیہ نے یہ دعا کی: ﴿رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ﴾ ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں مکان بنا اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا'' [التحریم: ۱۱]

لہٰذا ایک صالحہ عورت اور مومنہ بیوی کا طرز عمل یہ ہونا چاہئے کہ وہ دولت سے زیادہ ایمان کو اہمیت دے اور شوہر کی مالی حالت کی کمزوری کو اپنے بے وفائی کا جواز نہ بنائے۔

ناپسندیدگی

زوجین میں اگر کوئی دوسرے کو پسند نہ ہو تو یہ چیز بھی طلاق کا سبب بن جاتی ہے، کیونکہ ایسی صورت میں کوئی بھی دوسرے سے ذہنی اور جسمانی سکون حاصل نہیں کرسکتا بالآخر نتیجہ طلاق تک پہنچتا ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں یہ عجیب صورت حال ہے کہ لڑکے یا لڑکی کی شادی کے وقت گھر کے تمام افراد سے ان کی مرضی پوچھی جاتی ہے، لیکن شادی کرنے والے لڑکے یا لڑکی کی مرضی کوئی نہیں پوچھتا۔ البتہ رشتہ طے ہونے کے بعد اور عین نکاح کے وقت محض ادائیگی رسم کے طور پر لڑکے اور لڑکی سے قبول واقرار کروایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ عین اس موڑ پر دونوں میں سے کسی کے لئے بھی انکار کرنا بہت مشکل امر بلکہ تقریباً ناممکن بات ہے۔

ایسے میں اگر شادی ہوجائے اور لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو پسند نہ ہوں تو پھر اس رشتہ میں دوام نہیں ہوتا بلکہ جلد ہی یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی لئے حدیث ہے:

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳) نے کہا: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: ”خَطَبْتُ امْرَأَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا“

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت کو شادی کا پیغام دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: دیکھ لو، کیونکہ دیکھ لینے سے تم دونوں کے مابین یہ رشتہ دوام پائے گا“ [سنن النسائی :۔(۶۹/۶) کتاب النکاح: إباحة النظر قبل التزويج، رقم:۳۲۳۵]

لہٰذا نکاح کے رشتہ میں دوام کے لئے ضروری ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی پسند سے ہی رشتہ طے کیا جائے۔

طلاق کے یہ چند عام اسباب ہیں اگر ان کو دور کردیا جائے تو کافی حد تک طلاق کی نوبت نہیں آئے گی۔ ان شاء اللہ ذیل میں ہم شیخ شعبان بیدار صفاوی حفظہ اللہ کا ایک مضمون پیش کرتے ہیں جس میں آں محترم نے طلاق کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔

اسباب طلاق کا تجزیاتی مطالعہ:

طلاق کا لفظ ذہن میں آتے ہی ٹوٹ پھوٹ، اختلاف وانتشار اور مایوسی وافسردگی کی ایک مکروہ صورت ذہن میں تازہ ہوجاتی ہے طلاق کا مسئلہ اگر صرف اتنا ہوتا کہ دو افراد ایک ساتھ رہتے تھے جو کسی وجہ سے الگ ہوگئے تو اتنی بڑی

بات نہیں تھی۔ حالانکہ شریعت کی نظر میں محض یہ چیز بھی بہت عظیم ہے لیکن خطرناکی اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ محض دولوگوں کا بگاڑ نہیں کہ بالعموم یہ دو خاندانوں اور دو گھروں کا بگاڑ بن جاتا ہے، اس سے بھی بڑی بات تب پیدا ہوجاتی ہے جب دونوں سے بچے موجود ہوتے ہیں، بچے اگر ابھی چند ماہ کے ہی ہوں تب بھی بڑھنے کے بعد جو احساس محرومی ابدی طور پر ان کے اندر جنم لے لیتا ہے وہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ اس کا اندازہ صرف اسی کو ہوسکتا ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہو اور اگر بچے ماں باپ کو پہنچاننے لگے ہوں دونوں کے پیار کو محسوس کرنے لگے ہوں یا پھر بچے بڑے ہوں تو ایسی صورت میں جو شاک بچوں کو لگتا ہے وہ انتہائی صبر آزما ہوتا ہے، یہ بچے اگر ماں کے پاس ہیں تو باپ کی شفقتوں اور باپ کے پاس ہیں تو ماں کے پیار سے محروم ہونے کے ساتھ دونوں کے درمیان جاری کشاکش سے عدم توازن کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اس لئے یہ امر انتہائی اہم ہے کہ طلاق کے عمومی اسباب پر غور کرلیا جائے۔

طلاق کے وہ ظاہری اسباب جو صرف مغرب کی نسبت سے سننے میں آتے ہیں ان پر یہاں گفتگو نہیں کی جاسکتی اور درحقیقت وہ اسبابِ طلاق ہیں بھی نہیں۔ مثلاً اہل مغرب کے یہاں میاں بیوی میں اس بات پر طلاق ہوجائے کہ بیوی کو میاں کے کتے کا رنگ پسند نہیں یا طلاق اس بات پر ہوجائے کہ میاں کو بیوی کا بوائے فرینڈ سے بار بار بات کرنا پسند نہیں آرہا تھا۔ غرض اس مفلس معاشرے کے لئے طلاق پر گفتگو عبث ہے کیونکہ ان کے یہاں سرے سے کوئی نکاح ہی نہیں ہوتا۔ جانوروں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھا، سونگھا سانگھا اور آنا جانا ہوا کہ ساتھ رہنا بھی ہوگیا اور کسی روز بھونکا بھونکی ہوگئی کتا کسی اور کتیا کے ساتھ اور کتیا کسی اور کتے کے ساتھ روانہ ہوگئی۔

طلاق کے اسباب دراصل سنجیدہ انسانی معاشرے کے لئے ہیں خواہ ایسا معاشرہ مغرب میں ہو یا مشرق میں۔

☆ طلاق کے اسباب جو بھی ہیں ان میں کوئی ترجیح قائم نہیں کی جاسکتی عورت کا بدزبان اور بدچلن ہونا مرد کا شدید مار پیٹ کرنا اور جنسی طور پر کمزور ہونا طلاق کے حتمی اسباب میں سے ہیں، اس کے باوجود ہمارے لئے ممکن نہیں کہ کوئی خاص ترتیب اور ترجیح قائم کرسکیں۔ گھریلو ناچاقیاں طلاق کا عمومی سبب بنتی ہیں یہ ناچاقیاں معاملات کی پیچیدگیوں سے اٹھتی ہیں، معمولی باتیں ہمارے غیر معمولی اختلافی انداز سے بڑی بن جاتی ہیں۔ فاصلہ کم ہوتا ہے لیکن بڑے ردعمل سے کم فاصلہ زیادہ اثر ڈال دیتا ہے۔ بعض چیزیں چھوٹی ہوتی ہیں انسان دھیان نہیں دیتا لیکن یہ بھی جاننا چاہئے کہ بہت سی چھوٹی چیزوں کا لحاظ کرلینا بڑے پیمانے پر اچھے اثرات کا حامل ہوتا ہے۔

گناہ اور برائیوں کے نتائج بھی بڑے تہ در تہ ہوتے ہیں انسان گناہ کرتا جاتا ہے اور اس کے تانے بانے تیار ہوتے جاتے ہیں پھر وہ ایک دوسرے سے الجھتے جاتے ہیں اور زندگی اس الجھن کا بری طرح شکار ہوجاتی ہے انسان کو بظاہر طلاق کا کوئی چھوٹا یا بڑا سبب نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں وہ ظاہری سبب گناہ کی مٹی سے نکلا اور معصیت کے پانی سے

شاداب تھوہر کا پودا ہوتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ﴾ [الشوریٰ: ۳۰] ''جو کچھ تمہیں پیش آتا ہے وہ دراصل تمہاری کرتوت کا نتیجہ ہوتا ہے''

☆ ہمارے یہاں والدین کے اندر ایک رویہ یہ پایا جاتا ہے کہ وہ از خود بچوں کی شادی کا کہیں ذہن بنا لیتے ہیں اور پھر محسوس و غیر محسوس تمام ہی ذرائع سے بچوں پر دباؤ ڈالتے ہیں اس دباؤ میں والدین کے یہاں اخلاص ہوتا ہے، لیکن واقعہ یہ بھی ہے کہ یہ اخلاص ہر جگہ نہیں ہوا کرتا کہیں سوچ یہ ہوتی ہے کہ جہیز اچھا مل جائے گا، فلاں گھر میں شادی سے ہمارا اسٹیٹس بڑھے گا، فلاں سے میری دوستی ہے یا فلاں ایسے اور اس قسم کی رشتہ دار ہیں ان کی بات کو کیسے کاٹا جائے حتیٰ کہ بہت دفعہ ایسے کریہہ اور نا قابل بیان اسباب بھی دیکھے جاتے ہیں کہ اللہ ہی مددگار ہے۔ غرض بچے کی پسند سے زیادہ والدین اپنی پسند کو ترجیح دیتے ہیں اور بچہ کے بجائے بچی ہو تو معاملہ اور ہی دشوار ہو جاتا ہے اس کی خاموشی کا معنی ہی کچھ اور ہو گیا یعنی وہ کتنی بھی ناراض ہو کتنا ہی ناپسند کیوں نہ کر رہی ہو بس خاموش ہو تو کافی ہے۔ اگر بچی دبے یا کھلے لفظوں میں اس کا اظہار کر دے تو ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار! دراصل یہ وہ چیز ہے جس نے ہماری بچیوں کے اندر باغیانہ ذہن کی پرورش میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ صورت دو ہی بنتی ہے یا تو ماں باپ کی ناجائز خواہش کے مطابق عقل مند اولاد شادی نہ کرے یا شادی کر کے ایک مکمل محرومی اور ذہنی اذیت کے ساتھ زندگی گزار دے یہی زندگی جب نہیں گزر پاتی تو طلاق کا شیطان نمودار ہو جاتا ہے۔

☆ طلاق کا ایک انتہائی عجیب و غریب سبب ہے لو میرج۔ لو میرج یعنی محبت کی شادی! سوال یہ ہے کہ جب یہ شادی ہوتی ہی ہے محبت کے سمندر کو چھلک جانے سے سنبھالنے کے لئے تو ایسا کیا ہو جاتا ہے جو سمندر میں بھی صحرا کی خاک اڑنے لگتی ہے۔ دراصل ہوتا یہ ہے کہ یہ تعلق ہی غیر ذمہ دارانہ قسم کا تعلق ہوتا ہے البتہ شیطان اسے انتہائی مزین کر کے پیش کرتا ہے اور خود طرفین ایک دوسرے پر اپنی خوبیاں ہی ظاہر کرتے ہیں ہر وہ گزرگاہ اور ہر وہ موقع جہاں ایک دوسرے کو نظر آ جانے کا امکان ہوتا ہے وہاں کوشش یہ ہوتی ہے کہ زینت میں رہیں اگر زینت میں نہ رہیں تو ہیئت کم از کم خراب نہ ہو۔ ظاہر ہے اس تصور کے ساتھ دو لوگوں کا ناجائز رابطہ ہوتا ہے تو بھلا خامیوں پر نظر کیسے جا سکے گی پھر بالعموم دونوں پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں ہوتی اس لئے ذہن و دماغ میں تفریح کی بھرپور آمادگی قائم رہتی ہے پھر بات بات میں جان قربان کر دینے سے کم پر کوئی اظہار نہیں ہوتا، مزید یہ کہ شادی سے پہلے شوہرانہ اور بیگمانہ غیرت بھی نچلی سطح کی ہوتی ہے لیکن شادی کے بعد جب آسمانی دنیا سے زمین پر اترنا ہوتا ہے اور رنگین عینک آنکھ سے اتر جاتی ہے اور ٹھیک ٹھیک دکھائی دینے لگتا ہے، جان دینے والا پانی بھی خود سے اٹھا کر پینے کو راضی نہیں ہوتا، شیطان بھی اب گرگٹ کی طرح رنگ بدل

لیتا ہے پہلے تو دونوں کو ایک دوسرے کے لئے مزین بنا کر پیش کرتا تھا اور اب صرف ہاتھ ہی نہیں اٹھالیتا دونوں میں بگاڑ کی راہیں استوار کرنے لگ جاتا ہے۔ تو طلاق ہوجاتی ہے۔

☆ شک وشبہ کی وہ قسم جو انسان کو تحقیق کی طرف لے جائے اور آنکھیں کھلی رکھے، بند نہ ہونے دے محمود ہے اور مطلوب بھی۔ لیکن شک وشبہ جب انسان کی بیماری بن جائے ہر سایہ آسیب، ہر رسی سانپ اور ہر سوال طنز وتعریض محسوس ہونے لگے گمانی بدگمانی کا دوسرا نام بن جائے انسان ہر گفتگو کو اپنی ذات سے منسوب کر رکھے تو یہ انتہائی خراب ترین نفسیات ہے۔

اب جب یہ بیماریاں میاں بیوی کو اپنی چپیٹ میں لے لیں جن کی کل زندگی کا دارومدار ایک دوسرے پر اعتماد ایک دوسرے سے بے طرح اور مخلصانہ محبت پر منحصر ہے تو نتیجہ کیا ہوگا آپ سمجھ سکتے ہیں جو لوگ شرعی طریقے پر زندگی گزارتے ہیں ان کے یہاں وفاداری سے متعلق شک وشبہ کی فضا کم ہی پیدا ہوتی ہے یا نہیں پیدا ہوتی ہے لیکن وہ لوگ جن کی زندگی کم زیادہ یا مکمل غیر شرعی طریقوں پر مبنی ہو ظاہر ہے ان کے یہاں قدم بہ قدم شبہات جنم لیں گے بایں صورت واحد حل یہی ہے کہ اپنے طور طریق میں تبدیلی لائیں ساتھ ہی ساتھ خواہ مخواہ شبہات میں مبتلا رہنے کے بجائے یقین واعتماد کی فضا قائم رکھیں ورنہ کسی نہ کسی دن وہ حادثہ بہر حال ہوجائے گا جسے کوئی بھی حساس دل انسان بہتر نہیں کہہ سکتا۔

قرآن مجید عام ہدایت دیتے ہوئے ایمان والوں سے مخاطب ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ﴾ ''ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے احتراز کرو''۔[الحجرات:۱۲]

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث'' ''بدگمانی سے اجتناب کرو کیونکہ گمان باتوں میں سب سے جھوٹی بات ہے''[صحیح البخاری:۔ح:۵۱۴۳]

انسانی زندگی میں نشیب وفراز آتے رہتے ہیں خیالات کی دنیا ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی سو اگر کہیں سے کچھ سن لیں خواہ گھر والوں کی زبان سے رشتہ داروں اور اعزا واقارب کی زبان سے یا غیروں کی زبان سے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ مردوزن خوب تحقیق کرلیں کیونکہ فوری طور پر میلے دل کا غبار اگر آپ نے باہر نکال دیا تو بعد میں بھلے ہی آپ اپنی غلطی تسلیم کرلیں غبار کا اثر اچھی طرح زائل نہیں ہوگا، دھاگے ٹوٹنے کے بعد جوڑے جاسکتے ہیں لیکن گرہ تو پڑ ہی جائے گی۔ اس لئے کوشش یہ رہے کہ زندگی کا گلاب تھوڑا مرجھا جائے کوئی بات نہیں اس پر ناپاک سانسوں کی گرد نہ پڑنے پائے کہ یہ گلاب کی طہارت ونفاست اور نزاکت کے لئے زہر ہے۔ قرآن پاک کی ایک سورہ سورۃ الحجرات میں اس بابت ایک رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے

پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو'[الحجرات:٦]

یہ آیت کریمہ اگرچہ فاسق کے بیان میں ہے لیکن اس آیت سے جو اصل مزاج کا فروغ ہورہا ہے وہ یہ ہے کہ تفتیش کا پہلو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

یہ بات تو ٹھیک ہے کہ زوجین کو شک وشبہ کی فضا سے خود کو بچائے رکھنا چاہئے لیکن یہ بات بھی انتہائی اہم ہے کہ شک وشبہ کا موقع بھی نہیں دینا چاہئے۔مثال کے طور پر اولاً کسی عورت کو نامحرم مردوں سے بے ضرورت گفتگو نہیں کرنا چاہئے اور اگر شریعت کا پاس ولحاظ کوئی عورت نہیں رکھتی تو کم ازکم گفتگو کو رنگین کرنے سے اجتناب ہونا چاہئے۔بہت سی خواتین کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے شوہر سے گفتگو بڑی روکھی سوکھی کرتی ہیں بلکہ تیز وتند کرتی ہیں ہمیشہ ہونٹ زاویہ قائمہ میں رہتے ہیں اور ماتھا رہ کے شکن آلود ہوتا رہتا ہے اسباب جو بھی ہوں لیکن ایک معتد بہ تعداد خواتین کی ایسی ہی ہیں جو غلط طرز گفتار کی شکار ہیں لیکن جب ان کا واسطہ غیر محرم سے پڑتا ہے تو سبب جو بھی ہو نیک ہو بد ہو یا کچھ بھی نہ ہو ہونٹ اپنی جگہ پر آجاتے ہیں، پیشانی چمک اٹھتی ہے اور گفتگو کا انداز لچکیلا ہوجاتا ہے۔ایسے میں ایک غیرت مند شوہر کا بے چین ہونا فطری امر ہے اسے خواہ مخواہ الزام دینا زبردستی ہوگی۔

☆ زیب وزینت کے معاملے میں بھی ہماری بہت ساری خواتین کا طرز عمل قابل اعتراض ہوتا ہے مجلسی ماحول اور علاج ومعالجہ کے لئے ان کی آراستگی دیکھتے بنتی ہے مگر شوہر کے لئے بچوں کے جھمیلوں اور کام کی کثرت جیسے سینکڑوں حوالے موجود ہوتے ہیں۔

☆ پردے کا معاملہ اور بھی عجیب ہوتا ہے یہ پردہ بزرگوں سے خوب کریں گی مگر جوانوں سے انداز بے تکلفانہ ہوتا ہے بلکہ بذات خود پردے کا ہی یہ کم خیال رکھتی ہیں۔دیور، بہنوئی یا اس قسم کے رشتہ داروں کے ساتھ ان کی خوش کلامی، شگفتگی، ہنسی مذاق، بے تکلفی اور اس سے آگے مزاحیہ چھیڑ چھاڑ کسی بھی ایسے شوہر کے لئے جس کی رگوں میں واقعی خون ہے اور سینے میں واقعی دل ہے دوزخ کا سامان ہے۔

کوئی بتلائے کہ اگر عورت فون پر اجنبی مردوں سے لچک دار انداز میں بات کرے اور بات کو خواہ مخواہ دراز کرے تو کیا شوہر شک کا شکار نہیں ہوگا؟ اگر ہم سے پوچھئے تو شوہر کا شک میں مبتلا نہ ہونا بذات خود مشکوک چیز ہے۔

☆ طلاق کے اسباب میں شوہر کا بداخلاق ہونا بھی شامل ہے عدم برداشت اور اخلاق وآداب سے پیدل لوگوں کو شوہریت زیب ہی نہیں دیتی۔ان کو اگر اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرنا بار محسوس ہوتا ہے تو ان کے لئے بہتر ہے کہ روزہ رکھ کر زندگی مجرد ڈھنگ سے گزار لیں۔وجہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ تعامل میں اخلاق کی ایک کم ازکم قسم کی سطح بہرحال ضروری ہے اگر اخلاق کی کوئی سطح کسی کے پاس نہیں ہے تو دوسروں کے ساتھ اس کا رابطہ کبھی بھی استوار نہیں رہ

سکتا۔قرآن عورتوں کی بابت بطور خاص رہنمائی کرتا ہے:"وعاشروھن بالمعروف" "ان کے ساتھ معروف طریقے سے زندگی گزارو"[النساء:۱۹]

وجہ یہ ہے کہ عورت ذات غیر معروف طرز عمل کا تحمل بہت مشکل سے کر پاتی ہے اگر اس کے پاس کوئی مجبوری نہ ہو تو وہ مرد سے فوری الگ ہو جائے۔البتہ بات تب مکمل ہوگی جب یہ بھی بتا دیا جائے کہ طلاق کا بڑا عامل عورت کا حد درجہ نافرمان ہونا ہے ایک اچھی عورت کے بارے میں رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ اچھی عورت وہ ہے جسے دیکھ کر دل خوش ہو جائے اور وہ مرد کا کہنا مان لے۔حدیث کے الفاظ ہیں "التی تسرہ اذا نظر وتطیعہ اذا امر" "جب وہ دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب وہ حکم دے تو مان لے" کیونکہ عورت کسی بستر کا نام نہیں ہے عورت ایک طرح کی جنت کا نام ہے ہم جس زمانے میں جی رہے ہیں اس میں بستر کی قلت نہیں ہے قلت ہے تو عورت کی ہے ایسی صورت میں عورت جنت کے بجائے محض بستر کی چیزیں بن جائے تو ظاہر ہے یہ تشویش کی بات ہو جاتی ہے۔

☆ طلاق کا ایک سبب ایسا ہے جو مرد و زن دونوں سے یکساں متعلق ہے۔یعنی ایک دوسرے پر بے جا نقد کرنا،ایک دوسرے کے عیوب پر نظر رکھنا اور عیوب کو بیان کرنا۔ایک دوسرے پر تنقید کا معاملہ یہ ہے کہ وہ بجا بھی ہو تو بھی تعلقات کو کمزور کرتی ہے اب جب یہی چیز بے جا ہو جائے تو کس قدر تباہی کا سامان پیدا کرے گی اس کو سمجھ لینا چنداں مشکل نہیں۔اور عیب پر نظر رکھنا تو انتہائی خسیس حرکت ہے اس کا معاملہ صرف یہی نہیں ہے کہ وہ عیب پر نظر رکھ رہا ہے بلکہ اس کا معاملہ یہ ہو جاتا ہے کہ انسان اس بینائی سے محروم ہونے لگتا ہے جس سے دوسرے کی بھلائیاں نظر آتی ہیں پھر نظر رکھنے کے ساتھ عیوب کو بیان کرنا ایک دوسری انتہاء ہے جو آپسی تعلقات کو بگاڑ دیا کرتی ہے یہ بات تو تب ہے جب انسان کے اندر واقعی وہ عیب ہو اور اگر عیب فی الواقع نہیں ہے بس انسان کی عیب جویانہ صلاحیت کا نتیجہ ہے تو مزید دکھ کی بات ہے۔اگر زوجین میں واقعی کوئی خامی پائی جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس تعلق سے انتہائی پیاری بات بیان فرمائی ہے:

﴿فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ "کہ اگر تمہیں وہ کسی سبب ناپسند ہیں تو عین ممکن ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو لیکن اللہ اس کے اندر بہت ساری بھلائیاں پیدا فرما دے"[النساء:۱۹]

یہ ہے وہ قیمتی نظریہ جو زوجین کو بے جا نقد،عیب خوئی،اور عیب جوئی سے محفوظ کر سکتا ہے۔

☆ طلاق کے اسباب میں ایک بڑا سبب زوجین کے اندر جنسی کمزوری کا پایا جانا ہے۔جنسی کمزوری کے سبب اگر طلاق نہ بھی ہو تو ازدواجی خیانت ضرور راہ پا جاتی ہے اور اگر یہ بھی نہ واقع ہو تو آپسی کشاکش تعلقات میں دائمی بگاڑ اور ذہنی الجھن بہر حال موجود رہے گی۔

موجودہ دور میں جنسی کمزوری جنسی بے راہ روی کے سبب عام ہے مزید برآں نوجوان طبقہ ناتجربہ کاری کے سبب غیر حقیقی چیزوں کو بھی جنسی کمزوری جان کر حکیموں کے آستانے پر حاضری دینے لگتا ہے اور یہ بے چارے جنسیات میں خود کو ماہر بتاتے ہیں بھلے ہی ان کے پاس نزلہ تک کی دوائی موجود نہ ہو پھر ہوتا یہ ہے کہ یہ لوگ صحیح سالم کو بھی بیمار بنا دیتے ہیں ۔بہر حال اس مسئلے میں طرفین کو سمجھداری سے کام لینا چاہئے اگر مرد کی ضرورت پوری نہیں ہوتی تو عورت کا علاج کرائے اور اگر عورت کی ضرورت پوری نہیں ہوتی تو عورت خیانت اور بے توجہی یا خلع کے بجائے اصل معاملے سے باخبر کردے اور شوہر کا اس باب میں تعاون کرے ان شاء اللہ تعلقات کے طریقوں میں تبدیلی یا ضروری علاج سے یہ مسائل ختم ہو جائیں گے۔

بعض دفعہ جنسی اعتبار سے کوئی عیب تو نہیں ہوتا لیکن افراط قوت کے سبب خواہش پوری نہیں ہوتی متعدد اسباب موجود ہوتے ہیں ۔مثلاً بچوں کے سبب عورت خاطر خواہ موقع نہیں دے پاتی یا کسی سبب اس کی چاہت اعتدال پر ہے یا کم ہے سوان تمام صورتوں کا علاج طلاق نہیں تعدّد ہے۔یعنی یہ کہ شوہر دوسری شادی کرلے اور اگر مرد کمزور ہے تو علاج کرائے اور کامیابی نہ ملے اور عورت حاصل شدہ جنسی معیار سے مطمئن نہیں ہے تو اسے شریعت بہر حال خلع کا اختیار دیتی ہے۔

☆ طلاق کا اہم ترین اور بنیادی سبب عورت کی بدزبانی ہوتی ہے اور بدچلنی کے بعد بدزبانی ہی وہ انتہائی اہم بات ہے جس کے سبب طلاق ہوا کرتی ہے۔عورت اگر کھانا بنانے میں کمزور ہو، گھریلو معاملات میں فطری طور پر مست ہو غرض تمام عیوب اس کے اندر ہوں لیکن اگر اس کے اندر معصومیت ہے اور زبان شیریں ہے تو شوہر سب کچھ گوارا کرلیتا ہے لیکن زبان کا زہر وہ زہر ہے جو زندگی کا لال خون سفید کردیتا ہے اس کا صاف وشفاف حسین ترین بدن نیلا اور سیاہ کر ڈالتا ہے۔یہ وہ گندگی ہے کہ بالٹی بھر زمزم میں اس کا ایک قطرہ پڑ جائے تو سب کچھ بے کار ہو جاتا ہے سو عورتوں کو قینچی کی طرح زبان چلانے سے حد درجہ احتیاط کرنی چاہئے۔

☆ طلاق کے معاملے میں گھر کے لوگوں کا کردار اہم تر ہوتا ہے جو ماں باپ اپنے بچے کو انتہائی لاڈ پیار سے پال پوس کر بڑا کرتے ہیں بیس بائیس سال کے لڑکے کو سفر کرنے، کھیتی باڑی کے معاملات میں، خاندانی اور رشتے کے امور میں آٹھ دس سال کا بچہ جانتے ہیں وہی ماں باپ اٹھارہ انیس سال کے لڑکے کو بھی شادی کی صبح سے ہی ماہر مجرم جاننے لگتے ہیں اس کی بیوی کی ہر ادا میں کوئی سازش، ہر بولی میں کوئی طنز ہر ہنسی کے پیچھے استہزاء کا ارادہ نکال لاتے ہیں اور شوہر کو سونگھنے والا، بھر جانے والا، بدل جانے والا قرار دیتے ہیں۔

شادی کے بعد فطری طور پر تھوڑی سی تبدیلی ضرور پیدا ہو جاتی ہے سمجھدار ماں باپ اس تبدیلی کو عام بات سمجھتے ہیں اور زندگی کی ناگزیر ضرورت جانتے ہیں مگر ضدی ماں باپ اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔مثلاً: جو بیٹا ہر چیز ماں سے مانگتا

تھا ہر موقع پر ماں کے پاس آ کے بیٹھتا تھا کھانا ماں کے ساتھ کھاتا تھا بیوی کے آنے کے بعد اس کے اس طریقے میں تبدیلی اور کوتاہی پیدا ہو جاتی ہے۔ بہت دفعہ وہ ٹہلنے گھومنے بھی کہیں نکل جاتے ہیں اور ماں باپ سے کسی سبب اجازت نہیں لے پاتے۔ ماں باپ ان چیزوں کو ایک بڑا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور بیٹے سے زیادہ بہو کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں اور ایک ناختم ہونے والی لڑائی جنم دے دیتے ہیں اسی کے ساتھ مشترک فیملی نظام کی پیچیدگیاں الگ سر اٹھاتی ہیں اگر بہو ابھی ایک ہی ہے ظاہر ہے وہ بڑی بہو ہوگی تو پوچھئے ہی مت! دیور جی کے نخرے اسی کو اٹھانا ہے، نندوں کو الگ ناز برداری کے خیالات ادھر ساس سسر کا لحاظ کچھ اور تقاضا کرتا ہے، گھر کے اور دیگر افراد اور اقارب کے معاملات الگ، ان سب کے لئے بس بہو کی ذمہ داری ہے کہ انیس بیس نہ لگ جائے آبگینوں کو۔

اس پیچیدہ نظام زندگی کی اصل ڈائن اکیلی بہو تصور کی جاتی ہے نتیجے میں بہت دفعہ فرماں بردار بیٹا اپنی بیوی سے ہی بدظن ہو جاتا ہے کیونکہ اس چخ چخ میں وہ خود بیوی کی زد میں آ جاتا ہے اور طلاق ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ والدین بہو کے لئے جس مشینی زندگی کو پسند کرتے ہیں اس میں وہ بہو کو یہ موقع ہی نہیں دیتے کہ ان کے بیٹے کو وقت دے۔ بعض والدین کو یہ کہتے ہوئے میں نے خود سنا ہے کہ فلاں آ جاتا ہے تو سارا کام بگڑ جاتا ہے۔

ناچاقیوں کی وجہ جو بھی ہو گھر والے اس کے ذمہ دار ہوں یا بیوی کے میکے والے یا خود میاں بیوی کے آپسی معاملات! اگر شوہر انہیں شرعی طریقے سے حل کرے تو طلاق کی نوبت نہیں آتی۔ مثلاً: ناچاقی اگر خود میاں بیوی کے آپسی معاملات کے سبب ہو اور اس میں بنیادی کردار بیوی کی نافرمانی اور بدزبانی ہو تو طریقہ یہ ہے کہ نصیحت کی جائے واضح رہے یہ نصیحت صلواتیں سنانے، دھمکیاں دینے اور طنز و تعریض کے انداز میں نہیں ہونی چاہئے بلکہ نصیحت واقعی نصیحت ہونی چاہئے اور یہ مرحلہ صبر کے ساتھ تادیر جاری رہنا چاہئے۔ اس پر بھی بات نہ بنے تو بستر الگ کر دیا جائے اس مرحلے میں بھی طنز و تعریض کرنے اور دھمکیاں دینے سے گریز ہونا چاہئے۔ اگر اس چیز سے بھی کامیابی نہ ملے تو ہلکی مار کی اجازت ہے واضح رہے جو لوگ پہلے سے بیوی کو مارتے ہوں یا مار چکے ہوں ان کی مار اس موقع پر کچھ فائدہ نہ دے گی۔ سو جان لینا چاہئے کہ بیوی کو مارنا شرعی قوانین میں جرم ہے آپ صرف اُس مرحلے میں مار سکتے ہیں وہ بھی ہلکے انداز میں جب بیوی بہت نافرمان ہو جائے اور نصیحت اور بستر الگ کر دینے کے مراحل پار کر چکے ہوں۔ اگر اس پر بھی کامیابی نہ ہو تو عورت کے گھر والوں کے سامنے مسئلہ پیش کریں اور کوئی حل نہ نکلے تو صرف ایک طلاق طہر میں دے دیں۔ ان شاء اللہ ابدی جدائی کی نوبت نہیں آئے گی۔

(شعبان بیدار صفاوی)

مصنف عبد الرزاق کا مفقود حصہ اور اس میں موجود نور نبوی پر دلالت کرنے والی حدیث جابر کی حقیقت

دکتور فاروق عبداللہ بن محمد اشرف الحق نراین پوری

گزشتہ دنوں سوشل میڈیا پر نور نبوی میں دلالت کرنے والی حدیث جابر کافی گردش کر رہی تھی اور بعض احباب کی طرف سے اس کے متعلق سوالات آ رہے تھے کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اور کیا یہی عقیدہ درست ہے کہ آپ ﷺ نور سے پیدا کئے گئے ہیں؟

اس مزعوم حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قال: سألت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن أول شیء خلقہ اللّٰہ تعالیٰ، فقال: " ھو نور نبیک یا جابر! خلقہ اللّٰہ، ثم خلق فیہ کل خیر، وخلق بعدہ کل شیء" الحدیث

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا: "اے جابر وہ تیرے نبی کا نور تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا، پھر اس میں ہر طرح کی بھلائی پیدا کی، اور اس کے بعد ہر چیز کو پیدا کیا....." الحدیث)

ایک خاص فرقہ کی طرف سے اس حدیث کی کافی تشہیر اور اسے صحیح ثابت کرنے کی بڑی کوشش کی گئی۔

اگر کوئی اس کی ظاہری سند کو دیکھے تو دھوکہ کھا سکتا ہے اور اسے صحیح کہہ سکتا ہے کیونکہ بظاہر اس کی سند پر کوئی غبار نہیں۔ لیکن حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ اس مضمون میں اسی چیز کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔

تلاش بسیار کے باوجود یہ حدیث احادیث کی معتمد اور مُسنَد کتابوں میں نہیں ملی۔ البتہ سن ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۵ء میں "الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف لعبد الرزاق الصنعانی" کے نام سے بیروت سے ایک کتاب چھپی ہے جس کے غلاف پر بتحقیق الدکتور عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن مانع الحمیری لکھا ہوا ہے۔ محقق کتاب نے اسے مصنف عبدالرزاق کا مفقود حصہ ثابت کرنے کی پرزور کوشش کی ہے۔ اور اس پر ڈاکٹر محمود سعید ممدوح مصری شافعی نے تقریظ لکھ کر اس کی تائید کی ہے۔

اس کتاب میں یہ حدیث موجود ہے۔لیکن درحقیقت یہ مصنف عبدالرزاق کا مفقود حصہ نہیں بلکہ امام عبدالرزاق صنعانی کی طرف ایک جھوٹی نسبت ہے۔اوراس نسبت میں ناسخ مخطوط کے ساتھ ساتھ محقق اور مقرظ بھی شریک ہیں۔

محقق کتاب نے اسے صحیح ثابت کرنے کے لئے بہت سارے جھوٹ اور بے بنیاد دلیلوں کا سہارا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مصنف عبدالرزاق شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق سے چھپی ہوئی ہے۔کتاب کی ابتدا کتاب الطہارہ، باب غسل الذراعین سے ہوتی ہے۔اس طبعہ میں شروع کتاب سے ایک یا دو ورقے ساقط ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:[مجموع فی کشف حقیقة الجزء المفقود من مصنف عبد الرزاق للشیخ محمد زیاد التکلہ:۔ ص:٦٩]

اس سقط کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عیسیٰ بن عبداللہ الحمیری نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نور نبوی پر دلالت کرنے والی حدیث جابر رضی اللہ عنہ انہیں ساقط حدیثوں میں سے ہے۔اس کے لئے انہوں نے ایک مخطوط کا سہارا لیا ہے۔جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ اسے ۹۳۳ ہجری میں بغداد میں اسحاق بن عبدالرحمٰن السلیمانی نامی ایک ناسخ نے لکھا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ انہیں یہ مخطوط ایک ہندوستانی بھائی ڈاکٹر سید محمد امین برکاتی قادری سے ملا تھا۔انہیں کے مطابق اس نسخہ پر کوئی سماع ہے نہ اسناد۔اس مخطوط میں مطبوعہ نسخے پر دس ابواب کی زیادتی ہے۔جس میں سے پہلا باب تخلیق نور محمد کے تعلق سے اور باقی نو ابواب وضوء کے تعلق سے ہیں۔

لیکن دراصل یہ مخطوط جعلی ہے۔مصنف عبدالرزاق سے اس کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔اسی وجہ سے جب یہ کتاب مارکیٹ میں آئی تو متخصصین علماء کی ایک جماعت نے اس پر کافی ردود لکھے۔جن میں سے سب سے مفصل اور قوی رد شیخ ڈاکٹر محمد زیاد بن عمر التکلہ کا تھا۔شیخ نے اس تعلق سے دو مستقل رسالے لکھے:

پہلا: **دفاع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسنتہ المطھرة وکشف تواطؤ عیسی الحمیری ومحمود سعید ممدوح علی وضع الحدیث** [تفنید القطعة المکذوبة التی أخرجها ونسباها لمصنف عبد الرزاق]

اوردوسرا: **الإزھاق لأباطیل الإغلاق**

پھر جن علماء اور محدثین نے اس تعلق سے مقالات لکھے یا بیانات جاری کئے انہیں بھی جمع کیا اور مذکورہ دونوں رسالوں کے ساتھ اسے" **مجموع فی کشف حقیقة الجزء المفقود (المزعوم)من مصنف عبد الرزاق،بیانات لجماعة من العلماء والمحدثین** " کے نام سے نشر کیا۔

اس مضمون کو تیار کرنے میں ان رسالوں سے کافی مدد لی گئی ہے۔ **فجزاہ اللہ عنی وعن المسلمین خیر الجزاء .**

عیسیٰ الحمیر ی نے جس مخطوط پر اعتماد کرتے ہوئے مذکورہ کتاب کی نسبت امام عبدالرزاق صنعانی رحمہ اللہ کی طرف کی ہے اس کی حقیقت سے خود ان کے ہی ایک قریبی شیخ ادیب الکمدانی حفظہ اللہ نے پردہ اٹھایا ہے۔شیخ کمدانی اوقاف دبئی میں جب تک عیسیٰ الحمیر ی کو وہاں سے بھگایا نہیں گیا تھا ان کے زمیل عمل تھے۔دوران رفاقت انہیں اس مخطوط کی عیسیٰ الحمیر ی سے ہی جانکاری ملی۔شیخ کمدانی کا کہنا ہے کہ عیسیٰ الحمیر ی کی حدیث نور کے متعلق بے انتہا شغف دیکھ کر ایک ہندوستانی بریلوی نے انہیں یہ خود ساختہ جعلی مخطوط بطور ہدیہ دیا تھا۔جب ہندوستان سے انہیں یہ مخطوط موصول ہوا تو انہوں نے ایک بڑی پارٹی بھی دی تھی۔

حمیری نے کمدانی کے سامنے جب اس مخطوط کو پیش کیا تو اس کے اوراق اور خط کو دیکھ کر انہوں نے فوراً اس کے جعلی ہونے کی بات کی۔بلکہ شیخ کمدانی کے مطابق اس کی عمر دو سال سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔لیکن حمیری اپنے موقف پر اڑے رہے۔

پھر شیخ کمدانی نے حمیری سے یہ طلب کیا کہ جس ہندوستانی شخص نے آپ کو یہ مخطوط فراہم کرایا ہے ان سے پوچھیں کہ اس کا اصل نسخہ کہاں ہے جس سے اس مخطوط کو نسخ کیا گیا ہے۔جب اس ہندوستانی سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اسے سویت یونین کی ایک لائبریری سے نسخ کیا گیا ہے جو کہ دوران جنگ نذر آتش ہوگئی ہے۔ملاحظہ فرمائیں:(شیخ محمد بن زیاد کا مذکورہ مجموعہ:۔ص:۲۷۔۳۷)

غور فرمائیں ایک طرف خود مالک مخطوط کا یہ بیان ہے اور دوسری طرف حمیری یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس مخطوط کو دسویں صدی میں لکھا گیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:[الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف:۔ ص:۱۰]

شیخ کمدانی کے اس بیان کے علاوہ شیخ محمد زیاد التکلہ نے بہت سارے ایسے دلائل اور قرائن ذکر کئے ہیں جن سے اس مخطوط کا جعلی اور گھڑا ہوا ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ذیل میں اس نسخہ کے جعلی ہونے کے قرائن ذکر کئے جارہے ہیں۔جن میں اکثر وہ قرائن ہیں جنہیں شیخ محمد زیاد التکلہ نے بیان کیا ہے۔

۱۔ اس نسخہ کے مشکوک ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ مذکورہ بریلوی اور حمیری کے علاوہ کہیں اور اس نسخہ کا سراغ نہیں مل سکا۔کیونکہ بریلویوں کے نزدیک نور نبوی کا باطل عقیدہ منتشر ہے۔اور علم حدیث میں یہ مسکین ہوتے ہیں۔اگر اس مخطوط کی نسبت صحیح ہوتی تو دوسروں کے پاس بھی پایا جاتا۔

سچ کہا ہے امام شعبہ رحمہ اللہ نے کہ شاذ حدیثیں شاذ لوگوں کی طرف سے ہی آتی ہیں۔دیکھیں: [مقدمہ ابن الصلاح:۔ ص:۱۱۹]

۲۔ اس مخطوط پر گرچہ لکھا گیا ہے کہ اسے دسویں صدی ہجری میں لکھا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ جعلی مخطوط ہے جو کہ اس کے خط سے ہی واضح ہے۔ اس کا خط بالکل اسی طرح ہے جس طرح چودھویں صدی ہجری کے برصغیر کے حجری طبعات میں ہمیں نظر آتا ہے۔ بلکہ برصغیر سے چھپے قرآن کے نسخوں میں آپ کو وہی خط ملے گا جو اس مخطوط میں ہے۔ مخطوطات سے شغف رکھنے والا اسے بآسانی پہچان سکتا ہے، جیسا کہ شیخ عمر بن سلیمان الحفیان - جنہوں نے معہد المخطوطات قاہرہ سے علم المخطوطات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے - کا کہنا ہے۔

اس لئے اسے دسویں صدی ہجری کا باور کرانا دھوکہ بازی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

۳۔ حمیری نے کتاب کے شروع میں جن دو صفحات کی فوٹو پیش کی ہے اس میں کافی غلطیاں موجود ہیں، عجمیت واضح ہے۔ اسی وجہ سے مجبوراً انہیں کچھ جگہوں پر اس مخطوط پر بے اعتمادی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی طرف سے تعدیل اور حذف واضافہ کی ضرورت پڑی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے اس مخطوط کا وصف بیان کرتے ہوئے اسے نہایت ہی متقن نسخہ قرار دیا ہے۔

۴۔ اس نسخہ پر نہ کوئی سماع ثابت ہے اور نہ اس کی کوئی سند موجود ہے۔ جب کہ اس جیسی مشہور کتاب پر ان چیزوں کا پایا جانا عام بات ہے۔ ناسخ کے نسخ کرنے کا طریقہ بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس کی سند ہونی چاہئے۔ کیونکہ وہ ہر حدیث کی سند کو عبدالرزاق عن فلان عن فلان سے شروع کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عبدالرزاق کے نام کی تصریح ان کے راوی کی طرف سے ہے جس کا یہاں علم نہیں۔ آخر ایسا کیوں؟؟

۵۔ اس مخطوط کے آخری صفحے میں لکھا ہے:

"وقد تم الفراغ من نسخه ضحى يوم الإثنين التاسع من شهر رمضان الميمون سنة ثلاث وثلاثين وتسع مئة من هجرة سيد المرسلين وأكمل الخلق أجمعين صلى الله عليه وسلم"

اس میں اس مخطوط کی تاریخ ذکر کرتے ہوئے اس کے ہجری سن ہونے کی صراحت ہے۔ حالانکہ اس زمانے تک تاریخ کے ساتھ اس کے ہجری تاریخ ہونے کی صراحت نہیں کی جاتی تھی۔ صرف تاریخ لکھی جاتی، اس کے ساتھ ہجری یا عیسوی کی تعیین نہیں کی جاتی تھی۔ خلافت عثمانیہ کے آخری ایام میں جب عیسوی تاریخ کی چلن بڑھی تب لوگوں نے تمیز کے طور پر تاریخ کے ساتھ ہجری لکھنا شروع کیا تاکہ التباس نہ ہو، جیسا کہ شیخ تقی الدین ہلالی، عبدالرحمٰن البانی، محمود شاکر اور بکر ابوزید رحمہم اللہ وغیرہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: [مجموع فی کشف حقیقة الجزء المفقود من مصنف عبد الرزاق للشیخ محمد زیاد التکله:۔ ص:۸۵]

۶۔ دسویں صدی ہجری میں بغداد میں مصنف عبدالرزاق کا لکھا جانا بڑا عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے تین صدی پہلے ہی تاتاریوں کے ہاتھوں اس کی اکثر لائبریریاں ختم ہوچکی تھیں۔اس کے ساتھ ہی علم حدیث اور اس کے پڑھنے والے بھی ناپید ہونے کے دہانے پر پہنچ چکے تھے۔ بلکہ مُسنِد بغداد السراج القزوینی رحمہ اللہ (متوفی: ۷۵۰ھ) نے اپنے مشیخہ میں مصنف عبدالرزاق کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ جب کہ انہوں نے سنن عبدالرزاق کا تذکرہ کیا ہے۔اور سنن عبدالرزاق یہ امام طبرانی کی تالیف ہے جسے انہوں نے دبری عن عبدالرزاق کے طریق سے روایت کیا ہے۔

جب امام قزوینی کے دور میں ساتویں صدی ہجری میں مصنف عبدالرزاق کی یہ حالت تھی حالانکہ اس وقت تک علم حدیث کے تعلق سے کچھ حد تک شغف باقی تھا تو دسویں صدی ہجری میں اس کی حالت کیا ہوگی؟ کیا ایسے حالات میں یہ ممکن نظر آتا ہے کہ دسویں صدی ہجری میں مصنف عبدالرزاق کے نسخے بغداد میں باقی رہے ہوں جن سے اسحاق بن عبدالرحمٰن السلیمانی نے نسخ کیا ہو؟ ملاحظہ فرمائیں:[مجموع فی کشف حقیقة الجزء المفقود من مصنف عبد الرزاق للشیخ محمد زیاد التکلہ:۔ ص:۸۵]

مزید یہ کہ ۹۱۴ھ ہجری میں بغداد میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ ۹۱۴ھ ہجری سے ۹۴۱ھ ہجری تک بغداد پر صفویوں کا کنٹرول اور رافضیت کا بول بالا تھا۔دیکھیں:[التاریخ الاسلامی للشیخ محمود شاکر:۔ ۱۱/۱۴۔۱۵]

۷۔ اس کے ناسخ اسحاق بن عبدالرحمٰن السلیمانی یہ کون ہیں؟ کیا ان کی کہیں سوانح حیات بھی موجود ہے؟ یا یہ ایک خیالی نام ہے؟

جب اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں پتہ تو آخر ایک ایسی زیادتی (اضافے) کے لئے ان پر کیسے اعتماد کیا جائے جو پوری امت میں سے کسی کے پاس نہیں ہے۔اور جس میں احادیث بھی ایسے ذکر کی گئی ہوں جو شرعی نصوص سے متصادم ہیں؟ بلکہ جن کے توسط سے یہ مخطوط ملا ہے ان کے بارے میں پتہ ہے کہ ان کا عقیدہ ومنہج ہی شان نبوت میں غلو کرنا ہے۔

۸۔ مخطوطات کی تحقیق سے جن کا واسطہ ہے وہ جانتے ہیں کہ عموماً خطاط، وراق اور ناسخین کے لکھنے کے اسلوب وانداز اور اہل علم متخصصین کے اسلوب وانداز میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ خطاطوں کے نسخوں میں کتابت کی خوبصورتی، سطور کے مابین زیادہ فاصلہ رکھنا اور حروف کو بڑا کر کے لکھنا اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کیونکہ ان کا مقصود فقط حصول زر ہوتا ہے، وہ گاہک کو لبھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ نیز وہ ایسی کتابوں کو نسخ کرتے ہیں جن

کے خریدنے میں امراء اور اصحاب ثروت دلچسپی رکھتے ہوں۔ جیسے مصاحف، ادب اور شعر وشاعری کی کتابیں وغیرہ۔ علمی کتابیں جیسے اصول، حدیث وغیرہ کی کتابیں یہ نسخ نہیں کرتے کیونکہ یہ اہل علم کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہوتے۔ جب کہ اہل علم کے نسخوں میں ان چیزوں کا اہتمام نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کے برعکس حرفوں کو حتی الامکان ملا کر لکھتے ہیں، بین السطور فاصلے نہیں چھوڑتے تاکہ کوشش کے باوجود بھی کوئی ان کے نسخوں میں چھیڑ چھاڑ نہ کر سکے، اور اگر کوئی ایسی ناپاک کوشش بھی کرے تو پکڑا جائے۔

راقم الحروف ابھی فتح الباری شرح صحیح البخاری للحافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق میں مشغول ہے۔ تحقیق کے لئے حافظ ابن حجر کے شاگرد ابن حرمی رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ اصل نسخہ ہے۔ اس نسخہ کو دیکھ کر کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ یہ خطاطوں اور ناسخوں کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہوسکتا بلکہ اس کو لکھنے والا یقیناً کوئی اہل علم ہی ہے۔

مصنف عبدالرزاق کے جس نسخہ پر اعتماد کرتے ہوئے اس مفقود حصہ کو طبع کیا گیا ہے اس میں کسی اہل علم کی چھاپ نہیں ہے بلکہ اس میں خطاطوں، وراقوں اور ناسخوں کی چھاپ ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ ایسی کوئی کتاب نہیں جس کے خریدنے میں اہل علم کے علاوہ کوئی اور دلچسپی دکھائیں تو آخر خطاط اور وراق نے اسے نسخ کرنے کی زحمت کیوں اٹھائی؟

۹۔ یہ مزعوم نسخہ شروع ہوتا ہے ''باب تخلیق نور محمد ﷺ'' سے۔ جس پر حمیری نے اپنی طرف سے کلمۂ کتاب الایمان کا اضافہ کیا ہے۔ کیا مصنف عبدالرزاق کی یہی ترتیب ہے؟

معروف یہی ہے کہ امام عبدالرزاق نے مصنف کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے، جس کی پہلی کتاب کتاب الطہارہ ہے۔ جیسا کہ کشف الظنون وغیرہ کے اندر ہے۔

حافظ ابوعلی الغسانی نے ابن الاعرابی عن الدبری کی روایت سے مصنف کے تمام ابواب کا ذکر کیا ہے، جس کی پہلی کتاب انہوں نے کتاب الطہارہ ذکر کی ہے، اور اس میں باب تخلیق نور النبی ﷺ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اور نہ کسی اہل علم نے مصنف کے اندر کتاب الایمان یا باب تخلیق نور النبی ﷺ کے ہونے کی طرف کبھی کوئی اشارہ ہی کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: [مجموع فی کشف حقیقة الجزء المفقود من مصنف عبد الرزاق للشیخ محمد زیاد التکلہ:۔ ص:۸۸]

۱۰۔ اس مزعوم نسخہ کی پہلی کتاب کتاب الایمان میں صرف ایک ہی باب باب تخلیق نور النبی ﷺ موجود ہے۔

اس کتاب میں صرف ایک ہی باب کا ہونا کتاب کے عام منہج کے بالکل خلاف ہے۔ حمیری کا جب یہ دعویٰ ہے کہ یہ

مفقود حصہ ہے جس سے کتاب کی تکمیل ہوجاتی ہے تو آخر ایسا کیوں ہے؟

کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ناسخ نے جان بوجھ کر اپنی طرف سے صرف اتنے حصہ کو گھڑا جس کی انہیں اپنے باطل عقیدے کی ترویج کے لئے ضرورت تھی؟

مذکورہ قرائن کو دیکھنے کے بعد کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ یہ نسخہ جعلی اور من گھڑت ہے جسے جان بوجھ کر امام عبد الرزاق صنعانی کی طرف جھوٹا منسوب کیا گیا ہے۔امام عبدالرزاق اس سے اسی طرح بری ہیں جیسے بھیڑیا یوسف علیہ السلام کے خون سے۔

جب اس نسخہ کا جعلی ہونا واضح ہوگیا تو اس حدیث کی حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف محض ایک جھوٹی نسبت ہے۔اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اس حدیث کو سب سے پہلے شہرت دی ابن العربی الحاتمی صوفی نے جو بے شمار باطل عقائد ونظریات کا امام ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:[مجموع فی کشف حقیقة الجزء المفقود من مصنف عبد الرزاق للشیخ محمد زیاد التکلہ:۔ ص:۱۰۱]

اور پھر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اسے بلاسند اپنی کتابوں میں ذکر کرنا شروع کیا۔یہاں تک کہ یہ نسخہ ظاہر ہوا جس میں اس کی سند بھی گھڑی گئی اور عبدالرزاق صنعانی کی طرف اس کی جھوٹی نسبت بھی کی گئی۔

اس حدیث کے جھوٹے ہونے میں کبھی کسی اہل علم کو شک نہیں رہا۔بلکہ بعض علماء نے اس کے وضع کو بیان کرنے کے لئے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں مثلاً:

۱۔ تنبیہ الحذاق علی بطلان ما شاع بین الانام من حدیث النور المنسوب لمصنف عبد الرزاق للشیخ محمد احمد بن عبد القادر الشنقیطی المدنی.

۲۔ مرشد الحائر لبیان وضع حدیث جابر للشیخ عبد اللّٰہ الغماری.

اس کے علاوہ بھی بہت سارے علماء نے اس کے موضوع اور باطل ہونے کی صراحت کی ہے۔مثلاً:محمد الطاہر عاشور،شیخ شقیری،شیخ ابن باز،شیخ البانی،شیخ عبدالعزیز السدحان،وغیرہم۔ملاحظہ فرمائیں:[مجموع فی کشف حقیقة الجزء المفقود من مصنف عبد الرزاق للشیخ محمد زیاد التکلہ:۔ ص:۱۰۵۔۱۰۶]

اس لئے اس حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنا قطعاً جائز نہیں۔یہ ایک موضوع اور من گھڑت روایت ہے جسے کسی خرافی اور باطل عقیدے والے نے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح دین کی رہنمائی کرے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(قسط اول)

عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب ابو محمد المدنی

رضا حسن

تعارف:

نام ونسب: عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب القرشی الہاشمی، ابومحمد المدنی

آپ چوتھے طبقے کے تابعین میں سے تھے اور کتب ستہ میں آپ کی روایات سنن ابوداؤد، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ آپ کے دادا محترم عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ اور آپ کی والدہ محترمہ زینب الصغریٰ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ اس طرح آپ والد اور والدہ دونوں کی طرف سے طالبی تھے۔

شیوخ واساتذہ: آپ کے اساتذہ میں کئی صحابہ شامل ہیں مثلاً: انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، الربیع بنت معوذ، اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ اور تابعین میں سے سید التابعین سعید بن المسیب، عطاء بن یسار، علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، محمد بن علی بن ابی طالب المعروف بابن الحنفیہ رحمہم اللہ، وغیرہ آپ کے شیوخ میں سرفہرست ہیں۔

تلامذہ: آپ سے بشر بن المفضل، حماد بن سلمہ، زائدہ بن قدامہ، زہیر بن معاویہ الجعفی، سفیان الثوری، سفیان بن عیینہ، شریک بن عبداللہ القاضی، حسن بن صالح بن حی، فلیح بن سلیمان، معمر بن راشد، اور یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق السبیعی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

حدیث میں آپ کی ثقاہت کے مسئلے میں محدثین کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے لیکن ایک بات پر اتفاق ہے کہ آپ صدوق فقیہ وقاری تھے لیکن حدیث میں آپ کے حافظے پر کلام کیا گیا ہے۔ ابن عقیل کے متعلق مفصل تحقیق درج ذیل ہے۔

جارحین کے اقوال:

درج ذیل محدثین سے آپ پر جرح منقول ہے:

۱۔ امام سفیان بن عیینہ (المتوفی:۱۹۸) سے سعید بن نصیر روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''أَرْبَعَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُمْسَكُ عَنْ حَدِيثِهِمْ، قُلْتُ: مَنْ هُمْ؟ قَالَ: فُلَانٌ، وَعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، وَهُوَ الرَّابِعُ'' ''قریش میں سے چار لوگ ایسے ہیں جن کی حدیث سے اجتناب کرنا چاہیے، میں

(سعید) نے پوچھا: ''وہ کون ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''(۱) فلان شخص، (۲) علی بن زید، (۳) یزید بن ابی زیاد، (۴) اور چھوتا ہے عبداللہ بن محمد بن عقیل'' [الضعفاء الکبیر:۔ ۲۹۸/۲، واسنادہ حسن]

نوٹ: کسی کی حدیث سے اجتناب تبھی کیا جاتا ہے جب وہ ترک کرنے والے کے نزدیک ضعیف ہو۔ چنانچہ ذیل کی دو جرحوں کی بنیاد پر یہ کہنا کہ یہ حسن ہونے کے منافی نہیں ہیں، غلط معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

ایک دوسرے مقام پر امام ابن عیینہ فرماتے ہیں: ''**وَكَانَ فِي حِفْظِهِ شَيْءٌ**'' [الضعفاء الکبیر للعقیلی:۔ ۲۹۹/۲، والجرح والتعدیل:۔ ۱۵٤/۵]

ابو معمر القطیعی بیان کرتے ہیں کہ: ''**كان بن عيينة لا يحمد حفظ بن عقيل**'' [الجرح والتعدیل:۔ ۱۵٤/۵، اسنادہ صحیح]

اور امام علی بن المدینی سفیان بن عیینہ سے نقل کرتے ہیں: ''**رايته يعنى ابن عقيل يحدث نفسه فحملته على انه قد تغير**'' [تاریخ دمشق لابن عساکر:۔ ۲٦۱/۳۲]

۲۔ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (المتوفی:۱۹۸) آپ کے شاگرد خاص، امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے امام یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں: ''**قال علي ولم يرو عنه مالك بن انس ولا يحيى بن سعيد القطان قال جدي وهذا يعني مالكا وابن سعيد ممن ينتقى الرجال**'' ترجمہ: ''علی (المدینی) نے فرمایا: ابن عقیل سے مالک بن انس اور یحییٰ بن سعید القطان دونوں ہی روایت نہیں کرتے تھے۔ یعقوب بن شیبہ نے فرمایا: اور یہ یعنی مالک اور ابن سعید رجال کا انتخاب کرنے والوں میں سے تھے (یعنی وہ صرف انہی سے روایت کرتے تھے جو ان کے نزدیک ثقہ ہو، ورنہ نہیں)'' [تاریخ دمشق:۔ ۲٦۱/۳۲]

یہی قول ابن المدینی کے طریق سے بشر بن عمر سے بھی مروی ہے۔ دیکھیں: [الضعفاء الکبیر للعقیلی:۔ ۸۷۲]

ایک دوسری جگہ امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: ''**ذكرنا عند يحيى بن سعيد ضعف عاصم بن عبيد الله فقال يحيى هو عندي نحو من ابن عقيل**'' ترجمہ ''ہم نے یحییٰ بن سعید کے سامنے عاصم بن عبیداللہ کے ضعف کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ میرے نزدیک ابن عقیل جیسا ہے'' [الضعفاء الکبیر:۔ ۳۳۳/۳، وتاریخ دمشق:۔ ۲٦۲/۳۲]

نوٹ: یہاں ضعف کے ذکر پر ابن القطان نے ان دونوں کو ایک جیسا کہا جس کا مطلب ہے کہ ان کے نزدیک دونوں ضعیف ہیں۔ اسی طرح دیگر جگہوں پر ابن القطان نے عاصم بن عبیداللہ پر صراحتاً ضعیف کی جرح بھی کر رکھی ہے۔

اس کے برعکس، عمرو بن علی الفلاس فرماتے ہیں: ''**سَمِعْتُ يَحْيَى، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ جَمِيعًا يُحَدِّثَانِ عَنْ عَبْدِ**

اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ" ترجمہ:"میں نے یحییٰ اور عبدالرحمٰن دونوں کو ابن عقیل سے روایت کرتے سنا ہے" [الضعفاء الكبير للعقيلي:۔ ۲۹۸/۲، والكامل لابن عدی:۔ ۱۱۲/۲، والجرح والتعديل:۔ ۱۵۳/۵، واسناده صحيح]

نوٹ: یہاں الفلاس اور ابن المدینی کی باتوں میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے، لیکن یہاں ابن المدینی کی بات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے، جس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ ابن المدینی، القطان کے زیادہ قریبی اور خاص شاگرد تھے چنانچہ وہ ان کو فلاس سے زیادہ جاننے والے تھے۔

۲۔ ابن المدینی نے یحییٰ القطان سے ابن عقیل پر صریح جرح نقل کردی ہے، چنانچہ جرح کے واضح ہوجانے کے بعد، ابن القطان کا کسی سے روایت کرنا اس عمومی قاعدے سے خارج ہوگا جس کے مطابق ابن القطان صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ صرف تبھی کارآمد ہے جب ان سے راوی پر جرح کا کلمہ ثابت نا ہو۔

۳۔ فلاس کی یہاں غالباً مراد یہ ہے کہ القطان نے ابن عقیل سے واسطے کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور محدثین میں یہ بات معروف ہے کہ بعض اوقات شعبہ یا القطان جیسے جہابذہ اگر بالواسطہ بھی کسی سے روایت کریں تو وہ اسے اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ "حدث شعبه عن فلان" وغیرہ، کیونکہ ان ائمہ کا کسی راوی کا انتقاء کرنا چاہے سند میں کہیں بھی ہو، ان کے نزدیک بہت بڑی بات مانی جاتی ہے۔ البتہ اہل علم اس بات سے بھی واقف ہیں کہ بالواسطہ روایت کرنے میں ان ائمہ نے بھی اکثر اپنے انتقاء والے اصول سے تساہل برتا ہے۔ بلکہ کئی مقامات پر تو یہ بھی ملتا ہے کہ یہ ائمہ کسی راوی سے پوری طرح مطمئن نہ ہوتے تو عمداً اس سے واسطے کے ساتھ روایت کرتے تاکہ براہ راست روایت کرکے ان کے اصول کی خلاف ورزی نہ ہوجائے، اور لوگ اس راوی کو ثقہ نہ مان لیں۔

۳۔ امام علی بن عبداللہ المدینی (المتوفی:۲۳۴) فرماتے ہیں:"كَانَ ضَعِيفا" [سؤالات ابن ابی شيبه لابن المدينی:۔ ۸۸/۱ ت:۸۱]

۴۔ امام یحییٰ بن معین (المتوفی:۲۳۳) نے فرمایا:"ليس بذاك" [تاريخ ابن ابی خيثمه:۔ ۱۲۴/۲، و الجرح والتعديل:۱۵۴/۵] اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:"ضعيفُ الحديث" [الضعفاء العقيلی:۔ ۷۰۱/۲]

امام دوری نقل فرماتے ہیں:"سُئل يَحيَى عن عاصم بن عُبَيد الله، وابن عَقيل، وعلى بن زَيد؟ فقال: على بن زَيد أحبهم إلىَ" "یحییٰ (بن معین) سے عاصم بن عبیداللہ، ابن عقیل، اور علی بن زید (بن جدعان) کے بارے میں پوچھا گیا؟ تو انہوں نے کہا: علی بن زید ان سب میں مجھے زیادہ پسند ہیں" [تاريخ ابن معين رواية الدوری:۔ ۴۷۲۴]

نوٹ: یہ تینوں راوی ضعیف ہیں، اور اس قول کے مطابق ابن معین ان میں ابن عقیل کو ابن جدعان سے بھی زیادہ

ضعیف سمجھتے ہیں۔

امام ابن معین کے مزید اقوال کے لیے دیکھئے:[موسوعة اقوال يحيىٰ بن معين :۔ج: ۳، ص ۱۳۰-۱۳۲]

۵۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱) سے امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ وہ ابن عقیل کی روایت سے حجت لیتے تھے جیسا کہ تعدیل کے اقوال میں ذکر آئے گا۔لیکن اس کے برعکس، امام ابوداؤد امام احمد سے روایت کرتے ہیں:

"سَمِعت أَحمد قَالَ عَليّ بن زيد وجعفر بن مُحَمَّد وَعَاصِم ابْن عبيد اللّٰه وَعبد اللّٰه بن مُحَمَّد بن عقيل مَا أقربهم من السوَاء ننقاد بهم" ترجمہ:"میں نے احمد کو کہتے سنا:علی بن زید (بن جدعان)،جعفر بن محمد (الصادق)، عاصم بن عبیداللہ (بن عاصم العمری)،اور عبداللہ بن محمد بن عقیل سب ایک جیسے ہیں۔ہم ان سے (احادیث کا) انتخاب کرتے ہیں"[سؤالات ابی داؤد للامام احمد:۔ص: ۲۰۶]

نوٹ: دیگر مقامات پر امام احمد ان تینوں کو ضعیف کہہ چکے ہیں۔

نوٹ: امام احمد کے اس قول سے امام ترمذی کے قول کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ترمذی نے اپنے علم کے مطابق فرمایا کہ احمد نے ابن عقیل کی حدیث سے احتجاج کیا ہے،لیکن یہاں پر امام احمد نے واضح کردیا کہ وہ مکمل احتجاج کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ ابن عقیل کی احادیث میں سے انتخاب کرتے ہیں،اور اپنے نزدیک صرف صحیح یا قابل اعتبار احادیث سے ہی حجت لیتے ہیں۔

مزید ایک دوسری جگہ پر امام ابوداؤد امام احمد سے روایت کرتے ہیں:**"سمعت أحمد وقيل له حسين بن عبيد اللّٰه صاحب عكرمة منكر الحديث؟ فقال برأسه أى نعم فقيل هو أحب اليك أو عاصم بن عبيد اللّٰه قال ما أقربهما وعبد اللّٰه بن محمد بن عقيل"** ترجمہ:"میں نے احمد کو سنا،ان سے پوچھا گیا:کیا حسین بن عبیداللہ عکرمہ کے ساتھی منکر الحدیث ہیں؟ تو انہوں نے سر ہلاتے ہوئے کہا ہاں۔تو ان سے پوچھا گیا:آپ کو وہ زیادہ پسند ہیں یا عاصم بن عبیداللہ؟ آپ نے فرمایا:وہ دونوں اور عبداللہ بن محمد بن عقیل ایک جیسے ہیں"[سؤالات ابی داؤد:۔ص: ۳۶۲]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد کے نزدیک وہ دونوں بھی منکر الحدیث تھے۔

چنانچہ اس بات کی تصدیق امام احمد کے ایک دوسرے قول سے بھی ہوتی ہے،حنبل بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا:" **عبد اللّٰه بن محمد بن عقيل منكر الحديث**"[تاريخ دمشق:۔۳۲/۲۶۵، واسناده صحيح]

۶۔ محمد بن راشد الخزاعی (المتوفی بعد:۱۶۰) کہتے ہیں:"**ليس بذاك**"[تاريخ ابن ابی خيثمه:۔۲/۲۸۸، اسناده صحيح]

۷۔امام محمد بن سعد کاتب الواقدی (المتوفی:۲۳۰) فرماتے ہیں:"**وَكَانَ مُنْكَرَ الْحَدِيثِ لَا يَحْتَجُّونَ بِحَدِيثِهِ،وَكَانَ كَثِيرَ الْعِلْمِ**"[الطبقات الكبرىٰ:۔۱/۲۶۴]

۸۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم البرقی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۹) نے انہیں اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا اورفرمایا:"**ذكر الطبقة الأولى ممن ينسب إلى الضعف فى الرواية ممن يكتب حديثه:عبد الله بن محمد بن عقيل**"[اكمال تهذيب الكمال:۔۱۷۹/۸، والاكتفاء لمغلطائی:۔۲۱۰/۲، وإكمال :۔ ۱۷۹/۸]

۹۔ امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۲) فرماتے ہیں:"**صدوق وفى حديثه ضعف شديد جدا**" "وہ صدوق ہیں لیکن ان کی حدیث میں شدید ضعف پایا جاتا ہے"[تاريخ دمشق لابن عساكر:۔۲۶۱/۳۲، واسناده حسن]

۱۰۔ امام ابوزرعہ الرازی (المتوفی:۲۶۴) فرماتے ہیں:"**يختلف عنه فى الأسانيد**" [الجرح والتعديل:۔۱۵۳/۵]

۱۱۔ امام ابوحاتم الرازی (المتوفی:۲۷۵) فرماتے ہیں:"**لين الحديث ليس بالقوى ولا ممن يحتج بحديثه يكتب حديثه وهو أحب الى من تمام بن نجيح**"[الجرح والتعديل:۔۱۵۳/۵]

نوٹ: امام ابوحاتم رحمہ اللہ متشددین میں سے ہیں اور یہ جرح ان کی ہلکی ترین جرحوں میں سے ہے۔

۱۲۔ امام ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی (المتوفی:۲۵۹) فرماتے ہیں:"**توقف عنه عامة ما يروى غريب**" "ان سے اجتناب کیا جاتا ہے،ان کی عام روایتیں غریب ہیں"[احوال الرجال للجوزجانی:۔ت: ۲۳۴]

۱۳۔ ابوعبید الآجری امام ابوداؤد (المتوفی:۲۷۵) سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:"**كان سيء الحفظ**" "وہ خراب حافظے والے تھے"[سؤالات الآجری:۔۳۵/۵]

۱۴۔ امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳) اپنی کتاب التمییز میں فرماتے ہیں:"**ضعيف**"[انظر الاكتفاء لمغلطائی:۔۲۱۰/۲، وتهذيب التهذيب:۔۱۵/۶]

۱۵۔ امام زکریا بن یحییٰ الساجی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۷) نے فرمایا:"**كان من أهل الصدق، ولم يكن بمتقن فى الحديث، لم يحدث عنه مالک ولا يحيى القطان**" "وہ سچے لوگوں میں سے تھے،لیکن حدیث میں متقن نہیں تھے،ان سے مالک اور یحییٰ القطان حدیث نہیں لیتے تھے"[اكمال تهذيب الكمال:۔۱۷۸/۸، والاكتفاء لمغلطائی:۔۲۰۸/۲،وتهذيب التهذيب:۔۱۵/۶]

۱۶۔ امام ابوجعفر العقیلی (المتوفی:۳۲۲) نے انہیں اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔[۲۹۸/۲ ت:۸۷۲]

علامہ مغلطائی عقیلی سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:"**كان فاضلا خيرا موصوفا بالعبادة وكان فى حفظه شيء**"[اكمال تهذيب الكمال:۔۱۷۸/۸]

۱۷۔ امام ابواحمد بن عدی الجرجانی (المتوفی:۳۶۵) فرماتے ہیں:"**ویکتب حدیثه**"[الکامل:۔۲۰۹/۵]

اس سے ابن عدی کی مراد یہ ہے کہ ان کے نزدیک ابن عقیل کی روایت قابل احتجاج ہے اگر ان کا کوئی متابع موجود ہو یا ان کی روایت کی تقویت میں کوئی قرینہ موجود ہو۔

۱۸۔ امام ابن خزیمہ (المتوفی:۳۱۱) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:"**لا احتج بعبد اللّٰه بن محمد بن عقیل لسوء حفظه**" "میں ابن عقیل سے ان کے خراب حافظے کی وجہ سے حجت نہیں لیتا ہوں"[تاریخ دمشق لابن عساکر:۔۲۶۶/۳۲، واسناده صحیح]

نوٹ: نیچے ہم دیکھیں گے کہ امام ابن خزیمہ نے ان سے اپنی صحیح میں حجت لی ہے۔اس کی دو توجیہات ہوسکتی ہیں: ایک یہ کہ ان میں سے ایک قول منسوخ ہے۔اور دوسری یہ کہ امام احمد کی طرح انہوں نے بھی ابن عقیل کی روایت میں انتقاء کیا اور اپنے نزدیک صحیح حدیث کو ہی لیا۔

بہر حال، ان کے قول کو ان کے عمل پر مقدم رکھا جائے گا۔

۱۹۔ امام ابواحمد الحاکم (المتوفی:۳۷۸) نے فرمایا:"**لیس بذلک المتین المعتمد**"[تاریخ دمشق لابن عساکر:۔۲۵۸/۳۲]

۲۰۔ امام ابوحفص بن شاہین (المتوفی:۳۸۵) نے انہیں اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔[۱۱۸/۱]

نوٹ: ابن شاہین ناقلین میں سے ہیں، وہ اپنی کتب میں زیادہ تر امام احمد یا امام ابن معین کے کلام کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔اپنی طرف سے ان کا کسی راوی پر کوئی کلام کرنا آج تک میرے علم میں نہیں آیا، واللہ اعلم۔

۲۱۔ امام ابن حبان البستی (المتوفی:۳۵۴) فرماتے ہیں:"**وَكَانَ عبد اللّٰه من سَادَات الْمُسلمين من فُقَهَاء أهل الْبَيْت وقرائهم إِلَّا أَنه كَانَ رَدِيء الْحِفْظ كَانَ يحدث عَن التَّوَهُّم فَيَجِيء بالْخبر على غير سنَنه فَلَمَّا كثر ذَالِک فِي أخباره وَجب مجانبتها والاحتجاج بضدها**" "عبداللہ مسلمانوں کے سرداروں اور اہل بیت کے فقہاء اور قراء میں سے تھے، الا یہ کہ وہ خراب حافظے والے تھے اور حدیث بیان کرنے میں وہم کا شکار ہوتے تھے۔۔۔تو جب ان کے اخبار میں اس کی کثرت ہونے لگی، ان سے کنارہ کشی کرنا اور ان کے ضد سے احتجاج کرنا ضروری ہوگیا"[المجروحین لابن حبان:۔۳/۲]

۲۲۔ امام ابوالحسن الدارقطنی (المتوفی:۳۸۵) فرماتے ہیں:"**لیس بالقوی**"[العلل الدارقطنی:۔۱۷۴/۱]

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:"**ضعیف**"[العلل:۔۲۲۲/۳]

۲۳۔ امام خطابی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۸) فرماتے ہیں:"**لیس بذاک**"[معالم السنن:۔ ۸۹/۱]

۲۴۔ امام ابن مندہ رحمہ اللہ (المتوفی:۳۹۵) حدیث حمنۃ "**تحیضی فی علم اللّٰہ ستا أو سبعا**" کے بارے میں فرماتے ہیں:"**لا یصح عندھم من وجہ من الوجوہ؛ لأنہ من روایۃ ابن عقیل وقد أجمعوا علیٰ ترک حدیثہ**" "یہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ابن عقیل کی روایت سے ہے اور ان کی حدیث کے ترک کرنے میں محدثین کا اجماع ہے"[اکمال تھذیب الکمال:۔۱۷۹/۸]

نوٹ: امام ابن مندہ کو غالباً محدثین کے اختلاف کا علم نہ ہو پایا، اسی لئے اس قول کو نقل کرنے کے بعد علامہ مغلطائی فرماتے ہیں:"**وفیہ نظر لما تقدم**"

۲۵۔ امام ابوعبداللہ الحاکم النیسابوری (المتوفی:۴۰۵) فرماتے ہیں:"**عمر فساء حفظہ فحدث علی التخمین**"[سؤالات السجزی للحاکم:۔ ۱۰۴/۱]

اس جرح کا تعلق مطلقاً تضعیف سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اختلاط سے ہے۔ اور نیچے تعدیل کے اقوال میں بیان کیا جائے گا کہ امام حاکم نے ابن عقیل کی صراحتاً توثیق بھی کر رکھی ہے۔ جہاں تک اختلاط کا تعلق ہے تو ابن عقیل سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اسی لیے حافظ ابن حجر نے بھی ان کے اختلاط والی بات کو بالجزم ہرگز ذکر نہیں کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ ابن حجر کے نزدیک بھی ان کا اختلاط ثابت نہیں ہے۔

۲۶۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳) نے ابن عقیل کی ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

"**الاضطراب فیہ من ابن عقیل فانہ کان سیيء الحفظ**" [تاریخ دمشق لابن عساکر:۔ ۲۶۶/۳۲، واسنادہ صحیح]

ظاہر ہے کہ اگر کوئی ثقہ راوی بھی حدیث میں اضطراب کرے تو وہ قابل قبول نہیں ہوتا تو جب کوئی صدوق متکلم فیہ راوی ایسا کرے تو وہ بدرجۂ اولیٰ مردود ہوگا اور اس کے ثبوت کی تقویت کے لیے اس راوی کے متکلم فیہ ہونے سے ہی حجت پکڑی جائے گی چاہے وہ عام طور پر ثقہ ہی کیوں نہ ہو۔ اقتباس سے یہاں بھی یہی کچھ لگتا ہے۔

۲۷۔ حافظ ابوالفرج ابن الجوزی (المتوفی:۵۹۷) نے انہیں اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔[۱۴۰/۲]

نوٹ: امام ابن الجوزی کا شمار متشدد ترین محدثین میں سے ہوتا ہے۔ آپ ہر اس شخص کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کر دیتے ہیں جس پر ذرا سی بھی جرح منقول ہو اور توثیق کا ایک قول بھی نقل نہیں کرتے۔ اسی لیے امام ذہبی ابن الجوزی کی کتاب الضعفاء کے متعلق فرماتے ہیں:"**وقد أوردہ أیضا العلامۃ أبو الفرج ابن الجوزی فی "الضعفاء" ولم یذکر فیہ أقوال من وثقہ، وھذا من عیوب کتابہ، یسرد الجرح ویسکت عن التوثیق**"[میزان الاعتدال:۔ ۱۶/۱]

مزید یہ کہ ابن الجوزی بھی متقدم رواۃ کے معاملے میں ناقلین میں سے ہیں۔

۲۸۔ علامہ شرف الدین النووی (المتوفی:۶۷۶) فرماتے ہیں:"عَبْد اللّٰهِ بْن مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْحَدِيثِ"[المجموع شرح المهذب:۔ ۱/۴۳۵]

نوٹ: امام نووی کے اس قول میں ہی واضح ہے کہ وہ ناقل ہیں، خود ناقد نہیں۔ اسی لئے انہوں نے ضعف کے حکم کو اہل حدیث سے نقل کیا ہے۔

۲۹۔ علامہ نورالدین الہیثمی (المتوفی:۸۰۷) ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"وَفِي إِسْنَادِهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ لِسُوءِ حِفْظِهِ"[مجمع الزوائد:۔ ۱/۱۷]

یہ قول علامہ ہیثمی کی توثیق کے خلاف ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ ممکن ہے کہ ہیثمی نے یہاں تضعیف نسبتی مراد لی ہو۔ اور ائمہ نقاد کے مقابلے میں علامہ ہیثمی محقق ہیں جو نقل کرتے ہیں، خود نقد نہیں کرتے۔

۳۰۔ علامہ شہاب الدین البوصیری (المتوفی:۸۴۰) ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ لِضَعْفِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَيْلٍ"[اتحاف الخيرة:۔ ۱/۷۰، ح: ۱۰]

یہ قول بھی علامہ بوصیری کی دوسری جگہ پر توثیق کے مترادف ہے۔

۳۱۔ علامہ بدرالدین العینی الحنفی (المتوفی:۸۵۵) ابن عقیل اور ایک دوسرے راوی پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"وَكِلَاهُمَا ضعيفان"[عمدة القاری:۔ ۷/۳۰۴]

۳۲۔ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی المعروف بابن القیسرانی (المتوفی:۵۰۷) فرماتے ہیں:"وَعَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا ضَعِيفٌ جِدًّا"[تذکرۃ الحفاظ:۔ ۱/۱۱۱]

لیکن ابن القیسرانی خود ضعیف ہیں۔

☆ ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن محمود الکعبی البلخی (المتوفی:۳۱۹) نے ابن عقیل کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ [۲/۳۹۱، ت: ۱۱۳۳]

ابوالقاسم البلخی مذکور خود ایک متروک شخص تھا۔ یہ معتزلہ کے سرداروں میں سے ایک تھا اور محدثین پر طعن و تشنیع کے لیے مشہور تھا۔ اس کام کے لیے اس نے علیحدہ سے ایک کتاب جمع کر رکھی ہے جس کا نام ہے "الطعن علی المحدثین"۔ بعض نے تو اس پر کفر کا الزام بھی لگایا ہے۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(قسط اول)

شہر بن حوشب جرح وتعدیل کی میزان میں

رضا حسن

تعارف راوی:

مکمل نام: شہر بن حوشب الأشعری الشامی الحمصی ویقال الدمشقی أبوسعید ویقال أبوعبداللہ ویقال أبوعبدالرحمٰن مولی أسماء بنت یزید

طبقہ: ۳۔ درمیانے طبقے کے تابعین میں سے ہیں۔

وفات: ۱۱۲ھ

روی لہ: ان سے بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم نے ایک صرف ایک جگہ مقرونا، اور اصحاب سنن وغیرہ نے روایت لی ہے۔

شیوخ: آپ نے کئی صحابہ سے براہ راست روایات لی ہیں جن میں: اسماء بنت یزید، ابوہریرہ، عائشہ، ابن عباس، عبداللہ بن عمرو، ام سلمہ، ابوسعید الخدری، ام درداء الکبریٰ، ابو مالک الاشجعی، جابر بن عبداللہ، جریر بن عبداللہ، اور عبداللہ بن عمرو بن العاص وغیرہ شامل ہیں رضی اللہ عنہم۔ تابعین میں سے انہوں نے ابوادریس الخولانی، عامر الاشعری، عبد الرحمٰن بن غنم، ام درداء الصغری، اور ابوظبیہ الکلاعی وغیرہ سے روایت کی ہے۔

تلامذہ: ان سے عبدالحمید بن بہرام نے ایک نسخہ نقل کیا ہے، اس کے علاوہ ان سے لیث بن ابی سلیم، عبداللہ بن عبد الرحمٰن النوفلی، قتادہ، شمر بن عطیہ، ثابت البنانی، ابان بن ابی عیاش، عوام بن حوشب، داؤد بن ابی ہند، عاصم بن ابی النجود الکوفی، اعمش، عوف بن ابی جمیلہ، علی بن زید بن جدعان، اجلح بن عبداللہ، حبیب بن ابی ثابت، حکم بن عتیبہ، ابوبکر الہذلی، عبداللہ بن عثمان بن خثیم، عبیداللہ بن زیاد المکی، عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان، اور مقاتل بن حیان، اور معاویہ بن قرہ وغیرہ نے روایت لی ہے۔

رتبہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ شہر بن حوشب قابل قدر تابعین، فقہاء، قراء اور صدوق علماء میں سے تھے۔ ان کی روایات کی اہمیت کسی بھی طرح سے کم نہیں ہوتی ہے۔ البتہ وہ اپنے حافظے کی خرابی کے باعث حدیث میں اتنے قوی نہیں تھے، لیکن عمومی اعتبار سے وہ حسن الحدیث سے کم بھی نہیں تھے۔ ان کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جارحین کے اقوال:

۱۔ ایک طویل مشہور قصے میں ہے کہ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ (م ۱۶۰ھ) ایک حدیث کی تحقیق کے سلسلے میں مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے بصرہ میں زیاد بن مخراق کے پاس پہنچے اور ان سے حدیث سنانے کو کہا اور انہوں نے سند میں شہر بن حوشب کا نام لیا تو امام شعبہ نے فرمایا: " **فلما ذكر شهر قلت دمر على هذا الحديث لو صح لي هذا عن رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان أحب إلي من أهلي ومالي والناس أجمعين** "

ترجمہ: "جب زیاد نے شہر (بن حوشب) کا نام لیا تو میں نے کہا اس حدیث کو پھینک دو، اگر یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوتی تو یہ میرے لئے میرے اہل وعیال و مال اور ہر انسان سے زیادہ محبوب ہوتی" [الكامل لابن عدی :۔ ۵۸/۵]

تبصرہ: اس قول میں شعبہ نے اپنی جرح کا سبب بیان نہیں کیا ہے۔ البتہ ایک دوسری روایت میں امام شعبہ فرماتے ہیں: "**كان شهر بن حوشب رافق رجلا من أهل الشام فسرق عيبته**" "شہر بن حوشب شام کے ایک شخص کے ساتھ سفر میں رفیق ہوئے تو اس کا تھیلا چرالیا" [تاريخ دمشق لابن عساكر:۔ ۲۳۳/۲۳، واسناده صحيح]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعبہ کا شہر بن حوشب کو ترک کرنے کا سبب یہ واقعہ ہے۔ اور شعبہ سے اس طرح کی مثالیں کئی پائی جاتی ہیں۔

چنانچہ حافظ مغلطائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**وأما ترك شعبة له فإنّما هو بسبب خيانته لعباد كما تقدّم مبينًا**" "شعبہ نے انہیں صرف عباد کے ساتھ خیانت کی وجہ سے ترک کیا ہے جیسا کہ پیچھے تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے" [شرح ابن ماجه لمغلطائی:۔ ۲۸۶/۱]

چنانچہ چوری کے الزام سے قطع نظر اس قول میں ان کی حدیث کے متعلق کوئی قادح جرح معلوم نہیں ہوتی ہے۔ جہاں تک چوری کے الزام کا تعلق ہے اس کا جائزہ ہم آخر میں لیں گے ان شاء اللہ۔

اس کے برعکس شعبہ سے واسطے کے ذریعے شہر سے روایت کرنا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ امام احمد فرماتے ہیں: "**وروى شعبة عن معاوية بن قرة عنه**" [سؤالات ابی داؤد:۔ ۵۳۶]

۲۔ امام عبداللہ بن عون البصری (م ۱۵۱ھ) سے معاذ بن معاذ العنبری نے شہر کی ایک حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: "**ما تصنع بحديث شهر فإن شُعْبَة ترك حديث شهر بن حوشب**" "تم شہر بن حوشب بن حوشب کی حدیث کا کیا کروگے؟ یقیناً اسے شعبہ (بن حجاج) نے ترک کردیا تھا" [الجرح والتعديل:۔ ۴/

۳۸۳، والکامل لابن عدی:۔ ۵۹/۵، والضعفاء الکبیر للعقیلی:۔ ۱۹۱/۲]

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:"شَهْر بن حَوْشَب قد نزكوه" ''شہر بن حوشب پر انہوں (محدثین) نے طعن کیا ہے''[العلل ومعرفة الرجال لاحمد رواية ابنه:۔ ۱۳٤/۳، والكامل لابن عدی:۔ ۵۹/۵، والضعفاء الكبير للعقيلي:۔ ۱۹۱/۲]

تبصرہ: اس جرح میں بھی:

اولاً کوئی سبب بیان نہیں کیا گیا ہے۔

اور ثانیاً اس کا مدار شعبہ کے قول کو ہی بنایا گیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ابوداؤد ابن عون کی جرح کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**"قال النضر: نزكوه أي طعنوا فيه وإنما طعنوا فيه لأنه ولي أمر السلطان"** ''یعنی سلطان کی ملازمت کے سبب ان پر طعن کیا گیا'' [سنن ترمذی:۔ ۵۸/۵]

الغرض اس جرح کا حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۳۔ عمرو بن علی الفلاس فرماتے ہیں:**"وَكَانَ يَحْيى لا يحدث عَن شَهْر بْنِ حَوْشَب وَكَانَ عَبد الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ عَنْهُ"** ''یحییٰ (بن سعید القطان، م ۱۹۸ھ) شہر بن حوشب سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے، اور عبدالرحمٰن (بن مہدی، م ۱۹۸ھ) کرلیا کرتے تھے''[الجرح والتعديل لابن ابی حاتم:۔ ۳۸۳/٤، والكامل لابن عدی:۔ ۸۵/۵]

تبصرہ: امام یحییٰ القطان بھی اپنے شیخ امام شعبہ کی طرح اس معاملے میں کافی حساس ہیں۔ ان کے نزدیک بھی کوئی معمولی سا الزام بھی راوی کی روایت کو ترک کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اور ان کے اس ترک کرنے کا کوئی واضح سبب بیان نہ ہونے کی وجہ سے شاید یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا طرز عمل ان کے شیخ سے متاثر ہے۔

اور اس کے برعکس ان کے تلمیذ خاص امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کا اس ترک کے باوجود شہر سے روایت لینا اس بات کی دلیل ہے کہ یحییٰ کے ترک کی وجہ ٹھوس بنیادوں پر نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم یحییٰ القطان کے متعلق فرماتے ہیں:**"يعني أنه لا يرضى إلا برواية الحفاظ المتقنين"** ''یحییٰ صرف اول درجے کے متقن حفاظ سے ہی راضی ہوتے تھے''[تقدمه الجرح والتعديل:۔ ص:۲۳۳]

۴۔ امام ابن سعد رحمہ اللہ (م ۲۳۰ھ) اپنے شیخ محمد بن عمر الواقدی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:"

وكان ضعيفا فى الحديث '' [طبقات ابن سعد:۔۳۱۲/۷]

تبصرہ: واقدی کیا کسی کو ضعیف کہیں گے، وہ خود شہر بن حوشب سے زیادہ ضعیف ہیں۔لہٰذا ان کی جرح کی حیثیت ایک ماہر فن کی حیثیت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔

۵۔ عباس بن عبدالعظیم العنبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''**قدم علينا صدقة بن الفضل وهو لا يكتب حديث شهر بن حوشب**'' ''صدقہ بن فضل ہمارے پاس تشریف لائے،اور وہ شہر بن حوشب کی حدیث نہیں لکھتے تھے'' [تاريخ دمشق لابن عساكر:۔۲۳۵/۲۳۔۲۳۶]

تبصرہ: اس قول میں بھی کوئی وجہ بیان نہیں کی گئی ہے۔حدیث نہ لکھنے کے اسباب بے شمار ہو سکتے ہیں۔صدقہ یحییٰ القطان کے شاگرد ہیں، ہوسکتا ہے انہوں نے اپنا یہ عمل اپنے شیخ کی پیروی میں کیا ہو۔چنانچہ بغیر سبب کے کچھ بھی کہنا ممکن نہیں۔

۶۔ امام محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی رحمہ اللہ (م ۲۴۲ھ) سے شہر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:''**روى الناس عنه وما أعلم أحدا قال فيه غير شعبة قلت يكون حديثه حجة قال لا**'' ''ان سے لوگوں نے روایت کی ہے، اور میرے علم کے مطابق شعبہ کے علاوہ کسی نے ان پر کلام نہیں کیا ہے، راوی نے پوچھا کیا ان کی حدیث حجت ہے، فرمایا: نہیں۔[تاريخ دمشق لابن عساكر:۔۲۲۵/۲۳]

تبصرہ: اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب تک کے جتنے اقوال ہم نے دیکھے ہیں ان کی بنیاد امام شعبہ کی جرح ہی ہے، انہی کی اصل جرح کو باقی بھی نقل کرتے آئے ہیں، اور اس پر اپنی جرحوں کی بنیاد رکھتے آئے ہیں۔

جہاں تک بات ہے حجت نہ ہونے کی، تو یہ بھی امام ابوحاتم کی جرح لیس بحجہ کی طرح ہی معلوم ہوتی ہے، جس سے اعلیٰ درجے کی توثیق کی نفی مراد ہوتی ہے۔یا پھر ابن عمار نے شعبہ کی ہی پیروی میں ایسا کہا اگرچہ وہ اکیلے کلام کرنے والے ہیں۔اور شعبہ کی جرح کی حقیقت ہم اوپر جان آئے ہیں۔

اس کے علاوہ اس جرح میں بھی حجت نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی ہے۔

۷۔ امام ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی رحمہ اللہ (م ۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:''**شهر بن حوشب: أحاديثه لا تشبه حديث الناس**'' ''اس کی حدیثیں لوگوں کی حدیثوں کے مشابہ نہیں ہوتیں''

اور کہا:''**وحديثه دال عليه، فلا ينبغي أن يغتر به وبروايته**'' ''اس کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے اور اس کی روایت سے دھوکہ نہ کھایا جائے'' [احوال الرجال للجوزجانی:۔۱۵۶/۱۔۱۵۸]

۸۔ امام ابن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ (م ۲۷۶ھ) فرماتے ہیں:"**وكان ضعيفا في الحديث**" [المعارف لابن قتيبه:۔ ۱/ ٤٤٨]

۹۔ امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:"**شهر بن حوشب أحب إلى من أبى هارون العبدى، ومن بشر بن حرب، وليس بدون أبى الزبير، لا يحتج بحديثه**" "مجھے شہر بن حوشب ابو ہارون العبدی اور بشر بن حرب سے زیادہ پسند ہے، اور وہ ابوالزبیر سے کم نہیں ہے (لیکن) اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی" [الجرح والتعديل لابن ابى حاتم:۔ ٣٨٣/٤]

تبصرہ: یادرہے امام ابوحاتم متشددین میں شمار ہوتے ہیں، اور اکثر اس طرح کے الفاظ سے اعلیٰ درجے کی توثیق کی نفی کرتے ہیں۔

۱۰۔ امام صالح بن محمد جزرۃ رحمہ اللہ (م ۲۹۳ھ) فرماتے ہیں:

"**شهر بن حوشب شامى قدم العراق على حجاج بن يوسف روى عنه الناس من أهل الكوفة وأهل البصرة وأهل الشام ولم يوقف منه على كذب وكان رجلا يتنسك إلا أنه روى أحاديث يتفرد بها لم يشركه فيها غيره مثل حديث البنانى عن شهر بن حوشب عن أم سلمة أن النبى (صلى الله عليه وسلم) قرأ "عمل غير صالح" وأن النبى (صلى الله عليه وسلم) قرأ "يا عبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعا ولا يبالى**" [تاريخ دمشق لابن عساكر:۔ ٢٢٧/٢٣، وسير اعلام النبلاء:۔ ٣٧٥/٤]

تبصرہ: یہ جرح امام جوزجانی کی جرح جیسی ہے۔ یعنی شہر بن حوشب پر اب تک جو قابل غور جرح ہوئی ہے وہ احادیث میں ان کے تفرد کے سبب ہوئی ہے۔ اور یہاں ان کے تفرد کی دلیل میں صرف دو حدیثیں پیش کی گئی ہیں جبکہ شہر نے کثرت سے روایات بیان کی ہیں جن میں سے اکثر ثقات کے موافق ہیں، بعض منکرات تو ثقہ حفاظ کی بھی ہوتی ہیں۔

۱۱۔ امام فی معرفۃ الرجال، امام موسیٰ بن ہارون الحمال البغدادی رحمہ اللہ (م ۲۹۴ھ) فرماتے ہیں:"**شهر بن حوشب ضعيف**" "شہر بن حوشب ضعیف ہیں" [سنن الدارقطنى:۔ ١٨٣/١، والسنن الكبرىٰ للبيهقى:۔ ١٠٨/١]

۱۲۔ امام ابوعبدالرحمٰن النسائی رحمہ اللہ (م ۳۰۳ھ) فرماتے ہیں:"**شهر بن حوشب ليس بالقوى**" [الضعفاء والمتروكين للنسائى:۔ ٢٩٤]

۱۳۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"أبرأ إلى الله من عهدة عبد الله بن أبى زياد القداح وشهر بن حوشب"[تاريخ دمشق لابن عساكر:۔۲۳۶/۲۳]

اوران پر قرأت کی گئی جس میں کہا:"لست تحتج بشهر بن حوشب"[ایضاً]

۱۴۔ امام زکریا بن یحییٰ الساجی رحمہ اللہ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:"فيه ضعف وليس بالحافظ تركه ابن عون وشعبة" "اس میں ضعف پایا جاتا ہے، وہ حافظ نہیں تھا، اسے ابن عون اور شعبہ نے ترک کیا ہے"[اكمال تهذيب الكمال:۔۳۰۱/۶، وتهذيب التهذيب:۔۳۷۲/۴]

۱۵۔ امام ابن حبان البستی رحمہ اللہ (م ۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:"كان ممن يروى عن الثقات المعضلات وعن الأثبات المقلوبات" "وہ ثقہ راویوں سے معضل اور مقلوب روایتیں بیان کرنے والوں میں سے تھے"[المجروحين لابن حبان:۔۳۶۱/۱،ت:۴۷۶]

تبصرہ: امام ابن حبان معروف راویوں کی جرح میں متشدد ہیں۔ اس قسم کے اقوال وتصرفات ابن حبان نے کئی راویوں پر کئے ہیں جن کو دیگر ائمہ نے ثقہ کہا ہے۔ چنانچہ امام ابن الصلاح رحمہ اللہ ابن حبان کے متعلق فرماتے ہیں:"وَرُبمَا غلط فِي تصرفه الْغَلَط الْفَاحِش على مَا وجدته" "میرے علم کے مطابق ابن حبان بعض اوقات اپنے تصرفات میں بہت فحش غلطیاں کرتے ہیں"[طبقات الفقهاء الشافعيه:۔۱۱۶/۱]

۱۶۔ امام ابن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (م ۳۶۵ھ) شہر بن حوشب کے متعلق ائمہ کے اقوال اور ان کی بعض احادیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" ولشَهْر بن حَوْشَب هذا غير ما ذكرت من الحديث ويروى عنه عَبد الحميد بن بهرام أحاديث غيرها وعامة ما يرويه هو وغيره من الحديث فيه من الإنكار ما فيه وشهر هذا ليس بالقوى فى الحديث، وَهو ممن لا يحتج بحديثه، ولاَ يتدين به" "شہر بن حوشب کی اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں، ان سے عبدالحمید بن بہرام نے بھی اس کے علاوہ احادیث روایت کی ہیں، اور عبدالحمید یا ان کے علاوہ لوگوں نے جو ان سے عام روایتیں بیان کی ہیں ان میں نکارت ہے، اور شہر حدیث میں قوی نہیں ہیں، وہ ان میں سے ہیں جن کی حدیث سے حجت نہیں لی جاتی، اور نہ ہی ان پر عمل کیا جاتا ہے"[الكامل لابن عدى:۔۶۳/۵۔۶۴]

اور فرمایا:"وشهر ضعيف جدا" "شہر سخت ضعیف ہیں"[الكامل لابن عدى:۔۸/۷]

۱۷۔ امام ابواحمد الحاکم رحمہ اللہ (م ۳۷۸ھ) فرماتے ہیں:"شهر بن حوشب الأشعرى الشامى

لیس بالقوی عندھم"[الأسامی والکنی:۔۴۲/۵]

۱۸۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ(م ۳۸۵ھ)فرماتے ہیں:"**شھر بن حوشب لیس بالقوی**"[سنن الدارقطنی:۔۱۸۱/۱]

تبصرہ: "**لیس بالقوی**" کا اطلاق اگرچہ بعض اوقات مطلق ضعف پر بھی ہوتا ہے،لیکن یہ جرح مبہم وغیر فاسد ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:"**یخرج من حدیثه ما روی عبد الحمید بن بھرام**"''عبدالحمید بن بہرام کے طریق سے ان کی روایت کی تخریج کی جاتی ہے''[سؤالات البرقانی:۔۲۲۲]

۱۹۔ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ(م ۴۵۶ھ)فرماتے ہیں:"**عبد الحمید بن بھرام عن شھر بن حوشب - وکلاھما ساقط**"[المحلی بالآثار:۔۱۸۳/۶]

دوسری جگہ فرمایا:"**فیه لیث بن أبی سلیم -وھو ضعیف -عن شھر بن حوشب -وھو مثله أو أسقط منه**"[ایضاً:۔۲۴۱/۹]

تبصرہ: ابن حزم اپنے تشدد میں معروف ہیں۔ان کی بلا بیان سبب جرح کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"**ومما یُعابُ به ابن حزم:وقوعه فی الأئمة الکبار بأقبح عبارةٍ، وأشنع رد**"''ابن حزم کے عیبوں میں سے ان کا کبار ائمہ پر قبیح عبارات سے کلام کرنا اور رد کرنا ہے''[لسان المیزان:۔۲۰۱/۴]

۲۰۔ امام ابوبکر البیہقی رحمہ اللہ(م ۴۵۸ھ)فرماتے ہیں:"**ھو عند أھل العلم بالحدیث لا یحتج به**"[الاسماء والصفات للبیھقی:۔۹۷۶]

۲۱۔ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی المعروف بابن القیسرانی رحمہ اللہ(م ۵۰۷ھ)فرماتے ہیں:"**وشھر بن حوشب ضعیف**"[ذخیرة الحفاظ:۔۱۲۶۱/۳،۲۶۵/۱،(۲۰۰۰/۴)]

دوسری جگہ فرمایا:"**وشھر متروک الحدیث**"[تذکرة الحفاظ:۔۲۱۵۴/۴،۲۵۱۵/۵]

تبصرہ: ابن القیسرانی کو متروک الحدیث کہنے میں غلطی ہوئی ہے۔شہر بن حوشب کو کسی نے بھی متروک نہیں کہا ہے۔

۲۲۔ امام ابوعبداللہ الجورقانی رحمہ اللہ(م ۵۴۳ھ)فرماتے ہیں:"**وإسماعیل ولیث وشھر ثلاثتھم متروکون لضعفھم ولینھم**" ''اسماعیل(بن عیاش)،لیث(بن ابی سلیم)،اور شہر(بن حوشب) تینوں کو ان کے ضعف اور کمزوری کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے''[الاباطیل والمناکیر:۔۱۰۹/۲]

۲۳۔ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ(م ۵۹۷ھ)ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:"**ھذا حدیث لا یصح فأما**

شهر فقال ابن عدی: لا یحتج بحدیثه'' یہ حدیث صحیح نہیں ہے،(اس کی سند میں) جہاں تک شہر کی بات ہے،تو اس کے متعلق ابن عدی کہتے ہیں کہ اس سے حجت نہیں لی جاتی''[العلل المتناهیه:۔ ۲۵٤/۱]

اور ابن الجوزی نے شہر کو(کتاب الضعفاء والمتروکین:۱۶۴۴) میں بھی ذکر کیا ہے۔

۲۴۔ الحسن بن محمد الصغانی الحنفی رحمہ اللہ(م ۶۵۰ھ)فرماتے ہیں:''**أسامی الضعفاء والمتروکین عند أئمة الحدیث: شهر بن حوشب**.....''[الموضوعات للصغانی:۔ص:۸۰]

۲۵۔ حافظ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ(م ۷۵۱ھ)فرماتے ہیں:''**وشهر بن حوشب ضعفه مشهور**'' ''اور شہر بن حوشب کا ضعیف ہونا مشہور ہے''[حاوی الارواح:۔ص:۱۹٤]

۲۶۔ حافظ ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ(م ۷۹۵ھ)فرماتے ہیں:''**وممن یضطرب فی حدیثه أیضا شهر بن حوشب. وهو یروی المتن الواحد بأسانید متعددة**'' ''اور جو اپنی حدیث میں اضطراب کرتے ہیں ان میں شہر بن حوشب بھی شامل ہیں۔وہ کئی اسانید سے ایک متن کو روایت کر دیتے ہیں''[شرح علل الترمذی :۔ ٤۲۲/۱]

۲۷۔ ابراہیم بن موسیٰ برہان الدین الابناسی رحمہ اللہ(م ۸۰۲ھ)فرماتے ہیں:''**وشهر ضعفه الجمهور**''[الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح:۔ ۱۱٤/۱]

۲۸۔ حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ(م ۸۰۴ھ)ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:''**وفیه شهر بن حوشب، وقد ترکوه کما مضی**''[البدر المنیر:۔ ۶۱۱/۳]

اور فرمایا:''**و شهر بن حوشب هذا ترکوه -أی: طعنوا فیه**''[البدر المنیر:۔ ۲۶٤/۷]

تبصرہ: یہاں پر''**نزکوه**''کو''**ترکوه**'' سے بدل دیا گیا ہے۔ابن الملقن کا دوسرا قول اس کی وضاحت میں کافی ہے۔یہی غلطی ابن عون کے قول کے بارے میں بھی ہوئی ہے جس کی وضاحت ابن عساکر وغیرہ نے کر دی ہے۔

۲۹۔ حافظ ابو الفضل العراقی رحمہ اللہ(م ۸۰۶ھ)فرماتے ہیں:''**وشهر ضعفه الجمهور**''[التقیید والایضاح:۔ص:۵۱]

۳۰۔ امام شوکانی رحمہ اللہ(م ۱۲۵۰ھ)فرماتے ہیں:''**فی إسناده شهر بن حوشب وفیه ضعف**''[الدراری المضیه:۔ ۲۵۲/۲، و الدرر البهیه:۔ ۳۵۳/۲]

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مارچ ۲۰۱۹ء میں اسلامک انفارمیشن سینٹر

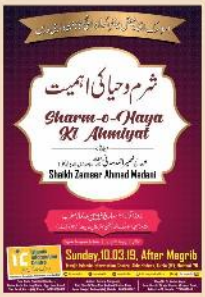
کی جانب سے منعقد کئے گئے پروگرامز کی ایک جھلک



















Please Help Ahlus Sunnah

Every Month, Ahlus Sunnah is sent free of cost to many Masjids, Madrasas, Jamiaat, Library, and many individuals.
we seek your help to sustain this.

اہل السنۃ کا تعاون کریں

مجلہ اہل السنۃ مختلف مساجد، مدارس، جامعات، لائبریریوں اور بعض حضرات کو ماہانہ مفت ارسال کیا جاتا ہے، اس سلسلے میں آپ سے تعاون کی درخواست ہے۔

Special Help 5000/- خصوصی تعاون

Yearly Help 3000/- سالانہ تعاون

Monthly Help 300/- ماہانہ تعاون

DONATE TO

اہل السنۃ
Ahl Us Sunnah

Bank Name	:	ICICI Bank (Current Account)
Account Name	:	Ahl Us Sunnah
Account Number	:	102805001781
IFSC Code	:	ICIC0001028
Branch	:	Andheri Link Road Branch

Call For Confirmation : +91 8657458182

Total Pages 52

Date Of Publication : 1st Of Every Month
RNI No. : MAHURD/2011/49422/Postal Registration No. : MCE/281/2019-21
Posted On 4th And 5th Of Every Previous Month

اسلامک انفارمیشن سینٹر اور اس کی سرگرمیاں



مندرجہ بالا ہماری دعوتی و رفاہی سرگرمیاں ہیں جنکا مقصد اسلام کی صاف وشفاف تعلیمات کو اللہ کے بندوں تک پہونچانا، اسلام کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا اور لوگوں کے دکھ درد میں انکی مدد کرنا ہے۔ بلاشبہ یہ تمام کام اللہ کی توفیق اور اہل خیر کے تعاون سے ممکن ہوپاتے ہیں۔ چنانچہ ہماری آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہماری دعوتی و رفاہی سرگرمیوں میں ہمارے شریک اجر بنیں اور اپنے صدقات، زکاۃ اور عطیات سے سینٹر کا تعاون کریں۔ اللہ رب العزت آپ کے تعاون کو آپ کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

For Bank Transfer

Bank Name	:	ICICI Bank (Savings)
Account Name	:	ILM Foundation
Account Number	:	102801002071
IFSC Code	:	ICIC0001028
MCR Code	:	400229097
Branch	:	Andheri Link Road, Mumbai

For Transfer Through PayTm

PayTm Number 8291063765

For Contact Or WhatsApp

+91 9773112909
+91 8291063785
+91 8291063755

For Transfer Through UPI

UPI QR Code

IN-SHA ALLAH OUR VOLUNTEER WILL VISIT TO COLLECT YOUR DONATION ان شاء اللہ ہمارے رضا کار آپ کا تعاون حاصل کرنے پہنچ جائیں گے۔

If Undelivered Please Return To

Ahl us Sunnah

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Ph. 26 500 400 / 64269999

To,

Book Post